انقلابی کمیونسٹ پارٹی

کا

منشور و دستور

دستاویز نمبر 1

پاکستان میں آنے والے انقلاب کی تیاری کے لیے حکمت عملی

اس وقت عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام بدترین زوال کا شکار ہے۔ یہ بوسیدہ اور عوام دشمن نظام پوری دنیا کو جنگوں، خانہ جنگیوں، بھوک، بیماری اور تباہی کی جانب دھکیل رہا ہے۔ دوسری جانب اس نظام اور اس کو چلانے والے حکمران طبقے کیخلاف انقلابی تحریکیں ابھر رہی ہیں اور دنیا کے ہر کونے میں لاکھوں، کروڑوں لوگ سراپا احتجاج ہیں۔ آنے والے عرصے میں یہ انقلابی تحریکیں مزید شدت اختیار کریں گی اور اس نظام کو اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد تیز ہوتی چلی جائے گی۔ دوسری جانب اس نظام میں بہتری کی کوئی امید موجود نہیں اور نہ ہی مستقبل قریب میں کسی قسم کی معاشی بحالی یا عوام کی فلاح و بہبود کے لیے بڑے پیمانے پر اقدامات کی توقع ہے۔ یہ صورتحال حکمرانوں اور عوام کی طبقاتی کشمکش کو مہمیز دے گی اور یہی وجہ ہے کہ آنے والا عرصہ پوری دنیا میں انقلابات کا دور ہوگا۔

حال ہی میں بنگلہ دیش، کینیا، سری لنکا اور دیگر ممالک میں عوامی تحریکیں ابھرتی نظر آئی ہیں جنہوں نے دہائیوں سے براجمان حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکا اور عوام نے لاکھوں کی تعداد میں ان انقلابی تحریکوں کے ذریعے اپنے غم و غصے کا اظہار کیا۔ ان انقلابات کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ تو نہیں ہو سکا اور نہ ہی عوام کے بنیادی مسائل مکمل طور پر حل ہوئے لیکن اس نظام کی ناکامی اور اس

کیخلاف ابھرنے والی عوامی بغاوتوں نے طبقاتی صف بندی واضح کر دی۔

پاکستان بھی تاریخ کے بدترین مالیاتی، ریاستی، سیاسی اور سماجی بحران کا شکار ہے اور ہر آنے والا دن اس بحران کی شدت میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔اس صورتحال میں ملک کے مختلف حصوں اور زیر کنٹرول علاقوں میں عوامی تحریکیں بھی ابھر رہی ہیں جو آنے والی انقلابی تحریکوں کا پیش خیمہ ہیں۔ ''آزاد'' کشمیر میں بجلی اور آٹے کی قیمتوں میں کمی کے لیے ابھرنے والی کامیاب عوامی تحریک اس کی شاندار مثال ہے جس نے اس خطے میں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔لاکھوں عوام کی تحریک میں براہ راست شرکت نے واضح کر دیا کہ جب عوام اپنی تقدیر کا فیصلہ خود اپنے ہاتھوں سے کرنے کے لیے منظّم ہو کر باہر نکلتے ہیں تو دنیا کی کوئی فوجی و ریاستی قوت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔تمام تر ریاستی ادارے ہوا میں معلق ہو جاتے ہیں اور عوام کا سیلاب سب کچھ بہا کر لے جاتا ہے۔اس تحریک کی کامیابی نے پورے خطے میں انقلابی نوجوانوں اور محنت کشوں کو جرات اور حوصلہ دیا ہے جو آنے والی تحریکوں میں اہم کردار ادا کرے گا۔

اسی طرح گلگت بلتستان میں آٹے کی سبسڈی کے خاتمے کے خلاف ابھرنے والی تحریک نے بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑے ہیں اور ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔اسی کے ساتھ بلوچ عوام کی تاریخ کی سب سے بڑی عوامی تحریک نے پوری ریاست کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔بلوچ عوامی تحریک میں دور دراز علاقوں سے ہزاروں عورتوں کی عملی شرکت سے نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے پاکستان میں دوہری جبر و استحصال کے شکار عورتوں کی شمولیت کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔گوادر میں چند سال قبل مقامی مسائل کے خلاف ایک عوامی تحریک ابھری تھی جس نے سیاسی میدان کے نئے رستے کھولے تھے۔آج مسنگ پرسن اور جمہوری حقوق سمیت دیگر بنیادی ایشوز پر لاکھوں عوام احتجاج کر رہے ہیں اور اس ریاست کے ظلم و جبر کیخلاف اعلان بغاوت کر رہے ہیں۔اسی کے ساتھ سابقہ فاٹا اور ملحقہ علاقوں میں پشتونوں کی ایک وسیع عوامی تحریک موجود ہے جس میں لاکھوں لوگ دہشت گردی، ریاستی جبر کی آڑ میں وسائل اور دولت کی لوٹ مار اور دیگر بنیادی مسائل کیخلاف احتجاج کر رہے ہیں۔

ان تمام تحریکوں کے علاوہ ملک بھر کے محنت کشوں کی متعدد تحریکیں موجود ہیں جو اجرتوں کی ادائیگی اور اضافے، نجکاری اور پنشن کے خاتمے اور دیگر مسائل کے گرد موجود ہیں اور ان تحریکوں میں مختلف اوقات میں لاکھوں کی تعداد میں اساتذہ، سرکاری ملازمین اور نجی شعبے کے مزدور شریک ہوتے رہے ہیں۔ روایتی یونین قیادتوں کی مسلسل غداریوں کے نتیجے میں وقتی پسپائی کے ادوار بھی آتے ہیں مگر شدت اختیار کرتے ہوئے حکمرانوں کے نجکاری سمیت دیگر معاشی حملے انہیں دوبارہ میدان عمل میں آنے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔ مستقبل میں ان تحریکوں میں اضافہ ہوگا اور نئی اور لڑاکا قیادتیں ابھر کر سامنے آئیں گی جو پورے ملک کی سیاست کو ہی بدل کر رکھ دیں گی۔

اس کے علاوہ نوجوانوں اور طلبہ میں بھی بیروزگاری اور یونیورسٹیوں اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں آئے روز فیسوں میں اضافوں سمیت دیگر مسائل کے خلاف شدید غم و غصہ موجود ہے۔ بالخصوص مین سٹریم روایتی سیاست اور اسٹیبلشمنٹ کے خلاف شدید غصہ ہے اور ریاست کے اداروں اور ان کے نظریاتی چورن پر یقین مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ مستقبل میں یہ غصہ فیسوں میں اضافے سمیت دیگر فوری مسائل سے لے کر بجلی کے بلوں جیسے کسی سماجی مسئلے کے گرد بھی پھٹ سکتا ہے۔ ’آزاد‘ کشمیر میں بجلی بلوں کے خلاف تحریک، گلگت بلتستان میں آٹا سبسڈی کے خاتمے کے خلاف اور دیگر جمہوری مطالبات کیلئے تحریک اور بلوچ تحریک میں طلبہ اور نوجوانوں کا انتہائی سرگرم کردار نظر آیا۔ بالخصوص سکولوں اور کالجوں کے طلبہ مستقبل میں ان تحریکوں میں زیادہ سرگرم کردار ادا کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ان تمام حالات میں جہاں ملک کے مالیاتی بحران کی شدت میں مسلسل اضافہ ہوگا، سامراجی طاقتوں کی یہاں سے لوٹ مار بڑھے گی اور ریاستی جبر شدت اختیار کرے گا وہاں واضح طور پر یہ امکان بھی موجود ہیں کہ یہ سماج ایک انقلابی صورتحال میں داخل ہوگا اور حکمران طبقے اور اس سرمایہ دارانہ نظام کیخلاف ایک انقلابی تحریک ابھرے گی۔ اس صورتحال میں یہاں کوئی بھی ایسی سیاسی پارٹی موجود نہیں جس پر یہاں کے عوام کسی انقلابی تحریک کی قیادت کے طور پر اعتماد کر سکیں اور نہ ہی کوئی ایسی سیاسی قوت موجود ہے جو ان تحریکوں کو یکجا کرتے ہوئے نظام کے خاتمے کی جدوجہد کو

عملی جامہ پہنا سکے۔ اس وقت سیاسی افق پر موجود تمام سیاسی پارٹیاں حکمران طبقے کے مختلف دھڑوں کی نمائندگی کرتی ہیں اور عوام کے مسائل سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

دوسری جانب عوامی تحریکوں کی ابھرنے والی حادثاتی قیادتیں آغاز میں جہاں تحریکوں کو نئی جرات اور حوصلہ دیتی ہیں وہاں کچھ عرصے بعد ماضی کے فرسودہ نظریات کے زیر اثر ان تحریکوں کے آگے بڑھنے کے رستے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ انقلابی تحریک کو منظّم کرنے کے لیے انقلابی نظریات کی ضرورت ہے۔ اس وقت سرمایہ دارانہ نظام کیخلاف نا قابل مصالحت جنگ کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس وقت سماج میں ان نظریات کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے اور سماج پر حاوی دانش سے لے کر مختلف مزدور، طلبہ اور عوامی تحریکوں کی قیادتیں اس نظام اور حکمرانوں کے پھیلائے گئے نظریات کے زیر اثر ہیں اور سوشلسٹ انقلاب پر یقین نہیں رکھتیں۔

اس صورتحال میں انقلابی کمیونسٹوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس تاریخی فریضے کو نبھانے کے لیے آگے بڑھیں اور کمیونزم کے نظریات کے تحت ایک انقلابی پارٹی کو منظّم کرتے ہوئے عوام کی وسیع پرتوں کی حمایت لینے کی جدوجہد کا آغاز کریں۔ اس عمل کے رستے میں جتنی بھی رکاوٹیں آئیں انہیں نظریات پر عبور اور انقلابی جوش و جذبے کے تحت ہی عبور کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسی پارٹی تعمیر کی جا سکتی ہے جو کمیونزم کے نظریاتی کیڈرز پر مشتمل ہو اور آنے والے عرصے میں ابھرنے والی عوامی تحریکوں میں کردار ادا کرتے ہوئے انہیں نظام کے خاتمے کی جدوجہد کی جانب کامیابی سے لے جا سکے۔ اسی لیے اب یہاں انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا قیام وقت کی اشد ضرورت بن گیا ہے اور اسے ملک کے طول و عرض میں پھیلاتے ہوئے، سماج کے سب سے انقلابی، جرات مند اور لڑاکا عناصر کو منظّم کرتے ہوئے سوشلسٹ انقلاب کی جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

عالمی سرمایہ داری کا بحران اور پاکستان

اس وقت پوری دنیا سرمایہ دارانہ نظام کے زوال کے تباہ کن اثرات کی زد میں ہے۔ عالمی معیشت

مسلسل گراوٹ کا شکار ہے اور آنے والے عرصے میں کساد بازاری یا recession کی پیش گوئیاں کی جا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کساد بازاری کے depression میں بدلنے کے امکانات بھی موجود ہیں جس کا مطلب ہوگا کہ پوری دنیا کی معیشت ایک گہری کھائی میں جا گرے گی۔ اس مالیاتی بحران نے دنیا کے ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ممالک کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ امریکی سامراج جو دنیا کی سب سے بڑی معاشی قوت ہے اس وقت شدید بحران کا شکار ہے جس کے باعث دنیا بھر میں اس کی سامراجی قوت بھی نسبتاً کمزور ہو چکی ہے۔ آج سے ایک دہائی یا دو دہائی قبل کے امریکی سامراج کا موازنہ اس کی آج کی صورتحال سے کریں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ عالمی تعلقات پر اس کی گرفت کس قدر کمزور ہو چکی ہے۔

اس صدی کے آغاز پر امریکی سامراج عراق اور افغانستان جیسے دور دراز کے ممالک میں سامراجی جنگیں مسلط کر رہا تھا اور اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لیے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر لاکھوں کی تعداد میں فوجی اور بڑے پیمانے پر اسلحہ ان ممالک میں بھجوا رہا تھا۔ لیکن آج وہ نہ صرف ان سامراجی جنگوں میں شکست کھا چکا ہے اور سخت ہزیمت کا شکار ہوا ہے بلکہ آج یوکرائن اور اسرائیل سمیت کسی بھی اتحادی ملک میں براہ راست فوج بھجوانے کی پہلے جیسی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یورپ کے تمام سامراجی ممالک کی بھی یہی صورتحال ہے۔ برطانیہ، جرمنی، فرانس، اٹلی اور دیگر ممالک بھی بدترین مالیاتی بحرانوں کا شکار ہیں اور عالمی تعلقات میں ان کا سامراجی اثر و رسوخ کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔

اس دوران پوری دنیا میں امریکی سامراج کے چھوڑے گئے خلا میں دیگر عالمی و علاقائی سامراجی طاقتوں کو ابھرنے کا موقع ملا ہے جن میں چین اور روس سرفہرست ہیں۔ چین اور روس نہ صرف سرمایہ دارانہ ممالک ہیں بلکہ ان کے مختلف خطوں میں سامراجی عزائم بھی موجود ہیں جن کا ٹکراؤ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ بھی ہو رہا ہے۔ عالمی سرمایہ داری کے زوال کے اثرات چین اور روس پر بھی مرتب ہو رہے ہیں اور ان کی معیشتیں بھی ایسے ہی بحرانوں کی لپیٹ میں ہیں۔ خاص طور پر چین کی معیشت کی شرح نمو میں گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل کمی ہو رہی ہے اور وہاں پر

بیروزگاری اور محنت کشوں کی ہڑتالوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صورتحال اس کے سامراجی عزائم کی تکمیل میں بھی رکاوٹ ہے اور وہ عالمی تعلقات میں امریکہ یا یورپ کی جگہ لینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ روس صرف اپنی سرحدوں کے قریب اپنا سامراجی اثر ورسوخ قائم رکھنا چاہتا ہے اور اس کا یورپ یا دنیا بھر کا تھانیدار بننے کے کوئی عزائم نہیں اور نہ ہی موجودہ سرمایہ دارانہ بنیادوں پر اس میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ روس کا اپنا بحران زدہ سرمایہ داری نظام اسے یورپ یا دنیا بھر کا تھانیدار بننے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

اس صورتحال نے عالمی سطح پر موجود طاقتوں کے توازن کو تبدیل کر دیا ہے اور پوری دنیا مختلف سامراجی طاقتوں کے ٹکراؤ، جنگوں اور خانہ جنگیوں کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ یہ صورتحال مختلف ممالک کی معیشتوں، سیاست اور ریاستی بحرانوں پر بھی اثر انداز ہو رہی ہے اور ہر سماج اس نئے عہد کے اثرات واضح طور پر محسوس کر رہا ہے۔

گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں سوویت یونین کے انہدام کے بعد پوری دنیا میں سرمایہ داروں اور سامراجی طاقتوں نے فتح کا جشن منایا اور اعلان کیا کہ 'تاریخ کا خاتمہ' ہو چکا ہے۔ ان کے مطابق اب رہتی دنیا تک سرمایہ دارانہ نظام ہی دنیا میں موجود رہے گا۔ طاقت کے نشے میں چور بد مست ہاتھی کی طرح امریکی سامراج اور اس کے اتحادیوں نے پوری دنیا پر اپنی حاکمیت مسلط کی۔ سابقہ منصوبہ بند ریاستوں بالخصوص چین کی منڈیوں تک رسائی حاصل ہونے کے باعث انہیں وقتی طور پر سہارا بھی ملا۔ اس دوران معیشت میں ایک سطحی عروج بھی نظر آیا جبکہ عراق اور افغانستان میں سامراجی جنگیں بھی مسلط کی گئیں۔

لیکن فتح کا یہ جشن زیادہ عرصہ جاری نہیں رہ سکا اور سرمایہ داری کے تمام تر تضادات 2008ء میں سطح پر اپنا اظہار کرتے نظر آئے۔ امریکہ سے ایک بدترین مالیاتی بحران کا آغاز ہوا جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ 300 ارب ڈالر مالیت کے امریکی بینک لیمن برادرز سمیت بڑی بڑی کمپنیاں اور بینک دیوالیہ ہو گئے۔ یورپ سمیت دنیا کی بہت سی چھوٹی معیشتیں دیوالیہ پن کے دہانے پر پہنچ گئیں۔ اس دوران ریاستوں کی جانب سے عوام کے ٹیکسوں کے پیسے سے ان بینکوں

اور کمپنیوں کو ہزاروں ارب ڈالر دے کر بیل آؤٹ کیا گیا۔ اس دوران شرح سود کو بھی کم کرنے کے عمل کا آغاز ہوا جو بتدریج صفر تک پہنچ گئی بلکہ کئی جگہوں پر منفی میں چلی گئی۔ یہ انسانی تاریخ کی کم ترین شرح سود تھی جس کا مقصد سستے قرضوں کے ذریعے معیشت کو سہارا دینا تھا۔

اس بحران کے اثرات دنیا بھر کی سیاست پر بھی مرتب ہوئے اور 2011ء کے عرب انقلابات سے لے کر آکوپائی وال سٹریٹ اور دیگر عوامی تحریکیں پوری دنیا میں ابھرتی نظر آئیں جنہوں نے سیاست کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اس دوران یونان کے مالیاتی دیوالیے نے یورپ میں بھی عوامی تحریکوں اور بائیں بازو کی قوتوں کے برسر اقتدار آنے کے سلسلے کا آغاز کیا۔

اس عمل میں امریکی سیاست بھی بہت بڑی تبدیلیوں سے گزری اور 2017ء میں ٹرمپ برسر اقتدار آ گیا۔ یہ اس بحران کی شدت کا اظہار بھی تھا اور ٹرمپ نظام میں موجود تضادات کو مزید بھڑکانے کا سبب بھی بنا۔ اس نے چین کے ساتھ تجارتی جنگ سمیت مختلف محاذوں پر ایسے اقدامات کیے جن سے نظام کے بحران کی شدت میں کمی آنے کی بجائے اس میں اضافہ ہوا۔

کرونا وبا نے اس نظام کی کمزور بنیادوں اور زوال پذیری کو دنیا بھر میں عیاں کر دیا۔ ایک طرف اس بیماری کے باعث امریکہ اور یورپ میں لاکھوں افراد ہلاک ہوئے اور تمام تر سائنسی ترقی اور دولت کے انبار ہونے کے باوجود ان ممالک کے حکمران طبقات ان لاکھوں لوگوں کو مرنے سے نہیں بچا سکے۔ صرف امریکہ میں بارہ لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے جن میں بہت سے ہلاک ہونے والے ایسے تھے جنہیں بروقت وینٹی لیٹر مہیا نہیں کیا جا سکا تھا۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی معاشی و عسکری قوت کی حالت ہے جو اپنے عوام کو صحت کی سہولیات فراہم نہیں کر سکی۔ اس دوران مالیاتی بحران بھی شدت اختیار کر گیا اور معیشت کو قابو میں رکھنے کے لیے تاریخ کے سب سے بڑے ریاستی قرضے حاصل کیے گئے اور امریکہ، یورپ سمیت دنیا بھر میں نوٹ چھاپ کر معیشت کو چلایا گیا۔

اس وقت امریکہ سمیت دنیا کی تمام معیشتیں قرضوں کی تاریخی حدود عبور کر چکی ہیں۔ امریکہ اس وقت تقریباً 35 ٹریلین ڈالر کا مقروض ہے جو اس کے کُل جی ڈی پی کا 122.3 فیصد بنتا ہے۔ یہ تناسب 2009ء سے 2024ء تک دوگنا ہوا ہے۔ برطانیہ پر اس کے جی ڈی پی کا 100.5 فیصد

قرضہ ہے جس کی مالیت 2.537 ٹریلین پاؤنڈ بنتی ہے۔ جاپان کا جی ڈی پی اور قرضوں کا تناسب سب سے زیادہ 257.5 فیصد ہے. دیگر ترقی یافتہ ممالک کی بھی یہی صورتحال ہے۔

قرضوں میں ڈوبی ان معیشتوں میں کم شرح سود اور سستے قرضوں کے بڑے پیمانے پر اجرا کے باعث افراطِ زر میں اضافہ ناگزیر تھا جس کا اظہار گزشتہ کچھ سالوں میں نظر آیا اور دنیا بھر میں مہنگائی کی لہر نے ہر طرف تباہی مچانی شروع کر دی۔ اس دوران امریکہ میں جون 2022ء میں افراطِ زر 9.1 فیصد کی بلند سطح پر پہنچ گیا جو پچھلی چار دہائیوں میں سب سے زیادہ تھا۔ دیگر ممالک میں بھی یہی صورتحال تھی ۔ برطانیہ میں یہ افراطِ زر 2022ء میں 9.2 فیصد جبکہ خوراک کی اشیا پر افراطِ زر 19.1 فیصد تک پہنچ گیا جو گزشتہ چار دہائیوں میں سب سے زیادہ تھا۔

اس افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کے لیے شرح سود میں اضافے کے عمل کا آغاز کیا گیا جس کے باعث معاشی ترقی میں گراوٹ آتی چلی گئی۔ اس دوران بیروزگاری میں بھی اضافہ ہوا۔ دوسری جانب تمام ترقی یافتہ ممالک میں مزدور تحریک نے بھی انگڑائی لی اور عام ہڑتالوں، احتجاجوں اور اجرتوں میں اضافے کی جدوجہد ہر جگہ بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ فرانس میں گزشتہ سال 35 لاکھ محنت کشوں نے عام ہڑتال میں حصہ لیا جبکہ کئی دوسری عام ہڑتالیں اور احتجاج مسلسل جاری رہے۔ اسی طرح برطانیہ، جرمنی، اسپین، اٹلی اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بھی ہڑتالوں اور احتجاجوں کا سلسلہ پھیلتا گیا۔ امریکہ میں ایک طویل عرصے کے بعد مزدور یونین سرگرمیوں اور ہڑتالوں کے سلسلے کا آغاز ہوا اور یہ ابھی بھی جاری ہے۔

اس صورتحال کے اثرات تمام ممالک کی سیاست پر بھی مرتب ہوئے اور انتہائی دائیں اور بائیں جانب نئے رجحانات ابھر کر سامنے آئے۔ دہائیوں اور کئی جگہ صدیوں سے موجود پارٹیاں ٹوٹ پھوٹ اور زوال پذیری کا شکار نظر آئیں اور ہر طرف ان سیاسی رجحانات کو مقبولیت حاصل ہوئی جو حکمران طبقے کی پالیسیوں پر زیادہ شدت سے حملہ آور ہوئے خواہ انتہائی دائیں جانب یا بائیں جانب سے۔

آج بھی عالمی سطح پر مالیاتی بحران میں کمی نہیں آسکی بلکہ امریکہ میں کساد بازاری کے آنے کے

امکانات زیر بحث ہیں۔اسٹاک ایکسچینج ہر طرف مسلسل گراوٹ کا شکار ہیں اور بڑی کمپنیوں کے شیئر ز میں بتدریج گراوٹ آ رہی ہے۔ یہ عمل سیدھی لکیر میں موجود نہیں لیکن اس کا عمومی رجحان گراوٹ کی جانب ہی ہے۔آنے والے عرصے میں بڑے مالیاتی بحران متوقع ہیں جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیں گے۔

سرمایہ داری کا بحران درحقیقت زائد پیداوار کا بحران ہے جس کی وضاحت مارکس اور اینگلز نے اپنی تحریروں میں ڈیڑھ صدی قبل کر دی تھی۔آج کے عہد میں یہ بحران اپنا اظہار زائد پیداواری صلاحیت کے بحران کی صورت میں کرتا ہے۔سرمایہ داری اپنے ان تضادات کو کبھی بھی مکمل طور پر حل نہیں کر سکتی جو اس کے جنم کے ساتھ ہی وجود میں آئے تھے اور ان تضادات کو صرف ایک سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے سرمایہ داری کا خاتمہ کر کے ہی حل کیا جا سکتا ہے۔سستے یا مہنگے قرضے، عالمی تجارت کا پھیلاؤ، ریاستی اخراجات میں اضافہ یا کٹوتیاں اور دیگر اقدامات ان بحرانوں کو کچھ عرصے کے لیے ٹال تو سکتے ہیں لیکن ان پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ جلد یا بدیر سطح پر اپنا اظہار کرتے ہیں اور پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ عالمی سطح پر بحرانوں کا یہ عہد انہی بنیادی تضادات کا سطح پر اظہار ہے جو ایک طویل عرصے سے سطح کے نیچے پک رہے تھے۔

سامراجی جنگیں

"عالمی سطح پر مالیاتی بحرانوں اور طاقتوں کے بدلتے توازن نے جنگوں اور خانہ جنگیوں کی نوعیت بھی تبدیل کر دی ہے۔عالمی تعلقات پر امریکی سامراج کی گرفت پہلے کی نسبت ڈھیلی پڑ رہی ہے۔ دوسری جانب اپنے شدید مالیاتی و سیاسی بحران اور خود امریکہ میں جنگ مخالف جذبات کی وسیع پیمانے پر موجودگی میں وہ مختلف ممالک میں اپنے سامراجی عزائم کے دفاع کے لیے براہِ راست فوج اتارنے کی پہلے جیسی صلاحیت نہیں رکھتا۔اس کے ساتھ ساتھ مختلف خطے اپنے اپنے حکمران طبقات کے تضادات اور نظام کے زوال کے باعث نئے تنازعات اور جنگوں کی لپیٹ میں ہیں۔

اس وقت سب سے بڑی بربریت فلسطین میں نظر آتی ہے جہاں اسرائیل کی صیہونی وسامراجی ریاست نے غزہ کی پٹی میں رہنے والی بائیس لاکھ سے زیادہ آبادی پر ایک سال سے آگ اور خون مسلط کر رکھی ہے۔ چالیس ہزار سے زیادہ ہلاکتیں رپورٹ ہو چکی ہیں جبکہ زخمیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ پورے کے پورے شہر مسمار کر دیے گئے ہیں اور پوری آبادی کو بھوک، بیماری اور خونریزی کی دلدل میں دھکیل دیا گیا ہے۔ بچوں اور عورتوں پر سب سے زیادہ مظالم ڈھائے گئے ہیں، یہاں تک کہ ہسپتالوں کو بھی نہیں بخشا گیا اور وہاں بھی بمباری اور فوجی آپریشن کیے گئے ہیں۔ اس تمام تر ظلم و بربریت کی پشت پناہی امریکی سامراج اور دیگر یورپی سامراجی طاقتیں کر رہی ہیں۔ ان کی مالی، عسکری اور سفارتی حمایت کے بغیر اسرائیل یہ سب کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس دوران عرب ممالک کے حکمرانوں کی خاموش حمایت نے بھی اسرائیل کی بھرپور معاونت کی ہے۔ پورے خطے کے محنت کش عوام اس ظلم کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اور مختلف عام ہڑتالوں اور لاکھوں کے احتجاجی مظاہروں کے ذریعے فلسطینیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کر چکے ہیں لیکن ان ممالک کے حکمران امریکی سامراج کے گماشتے ہیں اور اسرائیل کی در پردہ حمایت کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں پورا خطہ نئے تنازعات اور جنگوں کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اسرائیل جنگ کو لبنان، یمن اور پھر ایران تک پھیلانے کی مسلسل کوشش کر رہا ہے۔ ایران کے حکمرانوں نے کچھ جوابی کاروائیاں کی ہیں لیکن وہ ابھی تک اپنے دعوؤں پر پورا نہیں اتر سکے۔ یہ حکمران اپنے آغاز سے اسرائیل کو فیصلہ کن شکست دینے کا نعرہ لگاتے آ رہے تھے اور اسی بیرونی دشمن کا خوف ابھار کر عوام پر مظالم ڈھا رہے تھے لیکن اب فیصلہ کن موقع پر اسرائیل کی سامراجی اور صیہونی ریاست کی جارحیت کے سامنے ان کی مزاحمت انتہائی کمزور ہے۔ ایران کی ملا اشرافیہ کیخلاف بھی اپنی عوام کی شدید نفرت موجود ہے اور وہاں بھی لاکھوں کی عوامی تحریکیں حالیہ سالوں میں متعدد دفعہ برپا ہو چکی ہیں۔

یہ تمام صورتحال اس پورے خطے کو جہاں جنگوں اور خانہ جنگیوں میں دھکیل رہی ہے وہاں انقلابات کے ایک پورے سلسلے کے امکانات بھی بھرپور طور پر موجود ہیں۔ یہ انقلابات 2011ء کے عرب بہار کی نسبت کہیں بڑے پیمانے پر رونما ہوں گے اور پورے خطے کی سیاست کو یکسر تبدیل کر کے

رکھ دیں گے۔خود اسرائیل کے حکمرانوں کے باہمی تضادات بھی شدت اختیار کر رہے ہیں اور نیتن یاہو پر بھی اس کی عوام کی طرف سے جنگ ختم کرنے کا شدید دباؤ ہے۔ یہ تمام صورتحال اسرائیل کی مصنوعی اور سامراج کی کٹھ پتلی ریاست کے لیے بھی فیصلہ کن لمحات قریب کرتی جا رہی ہے۔

دوسری جانب فلسطین کے عوام کے ساتھ سب سے بڑی یکجہتی مغربی ممالک کے عوام نے دکھائی ہے۔لندن میں دس لاکھ سے زائد افراد کے متعدد احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں جس میں فلسطین کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا گیا ہے۔اسی طرح امریکہ، کینیڈا سے لے کر فرانس، جرمنی، آسٹریلیا تک لاکھوں افراد بالخصوص طلبہ نے فلسطین کے عوام کے ساتھ بھرپور اظہار یکجہتی کیا ہے اور اپنے ممالک کے حکمرانوں پر دباؤ ڈالا ہے کہ وہ اسرائیل کی ہر طرح کی امداد بند کریں اور اس پر جنگی جرائم کے مقدمے چلائیں۔اس تحریک میں بائیں بازو کے کارکنان نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

فلسطین کی آزادی بھی خطے میں سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسرائیل کی سرمایہ دارانہ ریاست کو اکھاڑ کر اور سوشلسٹ انقلاب برپا کر کے ہی فلسطینیوں کو آزادی مل سکتی ہے۔ پورے مشرق وسطیٰ کی سوشلسٹ فیڈریشن ہی ان تمام جنگوں اور خانہ جنگیوں کے خاتمے کی حتمی ضمانت دے سکتی ہے اور ساتھ ہی سامراجی طاقتوں کے کٹھ پتلی حکمرانوں کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

اسی طرح یوکرائن اور روس کی جنگ بھی ختم ہونے کی بجائے طویل ہوتی جا رہی ہے اور اب لگتا ہے کہ چوتھے سال میں داخل ہو جائے گی۔ یوکرائن امریکہ اور نیٹو کی پراکسی کا کردار ادا کر رہا ہے اور ان مغربی سامراجی طاقتوں کے سامراجی عزائم کی بھینٹ یوکرائن کے لاکھوں عوام چڑھ رہے ہیں۔آبادی کا ایک بڑا حصہ ملک چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہوا ہے جبکہ ہلاکتوں اور زخمیوں کی تعداد بھی دو لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔اس جنگ میں امریکی سامراج کا مقصد روس کے خطے میں اثر و رسوخ کو کم کرنا اور اس کی معاشی طاقت کو کمزور کرنا تھا۔لیکن ابھی تک اس کا ایک بھی مقصد پورا نہیں ہو سکا۔ دوسری جانب روس بھی خطے میں اپنے سامراجی عزائم کے لیے برسرپیکار ہے اور اپنے ہمسایہ ممالک کو نیٹو میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔اس جنگ کے باعث یورپ سمیت پوری دنیا میں روس کی گیس اور یوکرائن کی گندم سمیت مختلف اجناس کی سپلائی متاثر ہوئی ہے اور عالمی

معیشت کے بحران میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

اس کے علاوہ امریکہ براہ راست چین کے ساتھ تنازعات کو بھی ہوا دے رہا ہے۔ تائیوان کے مسئلے پر امریکہ کی طرف سے مسلسل اشتعال انگیزی جاری ہے جبکہ چین بھی خطے میں اپنے سامراجی عزائم کو محفوظ بنانے کے لیے بھرپور تیاری کر رہا ہے۔ مشرق بعید کے تمام ممالک حالتِ جنگ کی صورتحال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اسلحے کی دوڑ شدت سے جاری ہے۔ جاپان، جنوبی و شمالی کوریا، فلپائین اور خود تائیوان میں خطے کی اس جنگ کے حوالے سے تیاریاں جاری ہیں۔ اگر یہ جنگ بھڑکتی ہے تو امریکہ اور چین کے بحری بیڑوں کے ایک دوسرے کے مدمقابل آنے کے امکانات بھی موجود ہیں گو کہ دونوں سامراجی طاقتیں اس سے اجتناب کرنے کی کوشش کریں گی۔ امریکہ کے صدارتی انتخابات سمیت دیگر ممالک میں آنے والی سیاسی تبدیلیوں، مالیاتی بحرانوں اور انقلابی تحریکوں کے بھی اس صورتحال پر اہم اثرات مرتب ہوں گے اور یہ خطہ بھی بڑی تبدیلیوں کی زد میں آئے گا۔

جنوبی ایشیا بھی ایسے ہی بڑے واقعات کی زد میں ہے۔ بنگلہ دیش اور سری لنکا میں انقلابی تحریکوں نے نئے عہد کی آمد کا بگل بجا دیا ہے اور انڈیا سمیت خطے کے دیگر ممالک کا مستقبل بھی یہی ہے۔ بنگلہ دیش کی انقلابی تحریک نے جہاں پندرہ سال سے براجمان شیخ حسینہ کی آمرانہ حکومت کا خاتمہ کیا وہاں خطے میں انڈیا کے سامراجی اثر ورسوخ کیخلاف بھی علم بغاوت بلند کیا۔ شیخ حسینہ مودی کی کٹھ پتلی کا کردار ادا کر رہی تھی اور اپنے ملک میں عوامی تحریک پر مودی کی طرز پر ہی بدترین جبر کر رہی تھی۔ ایک وقت میں عوامی لیگ کو انتہائی دائیں بازو کی عوام دشمن رجعتی اور بنیاد پرست قوتوں کے مقابلے میں عوامی حمایت حاصل تھی اور 2008ء میں عوام اسے نجات دہندہ کے طور پر دیکھ رہے تھے۔ لیکن اس نظام کی حدود میں رہتے ہوئے اس کا انجام سب کے سامنے ہے۔ اب بنگلہ دیش کا سرمایہ دار طبقہ محنت کشوں کا استحصال جاری رکھنے کے لیے اسلامی بنیاد پرستی، دائیں بازو کی بی این پی اور ان سے بڑھ کر امریکی سامراج کی آشیرباد حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس تحریک نے امریکی سامراج سمیت خطے کے تمام ممالک کے حکمران طبقات کو خوفزدہ کر

دیا تھا اور شیخ حسینہ سے شدید اختلافات ہونے کے باوجود وہ تحریک کو بزور طاقت کچلنے کی حمایت کر رہے تھے۔ کسی بھی جگہ عوامی تحریکوں کے ذریعے حکومت کی تبدیلی پوری دنیا کے حکمرانوں پر لرزہ طاری کر دیتی ہے اور یہ حکمران ایسے موقع پر اپنے بدترین دشمن کو بھی طبقاتی مفادات کی بنیاد پر بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری جانب مزدوروں کی ہڑتالوں اور احتجاجوں کے طویل سلسلے کا آغاز ہو چکا ہے اور مزدور فیکٹریوں پر قبضے کرنے کی جانب بھی بڑھ رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں طبقاتی کشمکش میں شدت آ چکی ہے۔ اس وقت اگر ایک انقلابی کمیونسٹ پارٹی موجود ہوتی تو مزدور تحریک بہت کچھ حاصل کر سکتی تھی۔ اس صورتحال نے خطے میں طاقتوں کے توازن کو بھی جھٹکا دیا ہے اور انڈیا کا دائرہ کار نہ صرف محدود ہوا ہے بلکہ یہ تحریک مغربی بنگال کی حکومت کیخلاف ایک نئی تحریک کو ابھارنے کا باعث بھی بنی ہے۔ میانمار میں جاری خانہ جنگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ خلیج بنگال اور بحر ہند میں انڈیا اور چین کا تضاد بھی پہلے سے موجود تھا اور دونوں ممالک اپنے سامراجی اثر ورسوخ میں اضافے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ سری لنکا میں عوامی تحریک کے بعد چین کے اثر ورسوخ میں نسبتاً کمی ہوئی تھی۔ لیکن یہ صورتحال پائیدار نہیں اور خطے میں مزید بڑے واقعات صورتحال میں ڈرامائی تبدیلیاں لا سکتے ہیں۔

پاکستان پر اثرات

عالمی سطح اور خطے میں ہونے تمام تبدیلیاں پاکستان کی سماجی اور سیاسی صورتحال پر گہرے اثرات مرتب کر رہی ہے۔ عالمی سطح پر موجود امریکہ اور چین کا تنازعہ پاکستان کے ریاستی و مالیاتی بحران پر پہلے ہی گہرے اثرات مرتب کر چکا ہے۔ پاکستان اپنے جنم سے لے کر آج تک امریکی سامراج کی گماشتگی ہی کرتا آیا ہے اور یہاں کے حکمران امریکی سامراج کی گماشتگی کے ذریعے ہی اپنی حکمرانی قائم رکھتے آئے ہیں۔ عالمی مالیاتی نظام کے ساتھ پاکستان کے تمام تر تعلقات بھی اسی

سامراجی تعلق کے مرہون منت ہیں۔ درحقیقت چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا بھی ایک وقت میں امریکہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔1960ء کی دہائی کے اختتام پر جب امریکہ اور چین نے سوویت یونین کیساتھ مخالفت کی بنیاد پر ایک دوسرے کیساتھ تعلقات استوار کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت امریکہ اور چین کے باقاعدہ سفارتی تعلقات نہ ہونے کے باعث پاکستان کو ایک ڈاکیے کا کردار دیا گیا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ تعلقات وسعت اختیار کرتے گئے اور چین کی سرمایہ داری کی بحالی کے بعد نہ صرف ان تعلقات کی نوعیت تبدیل ہوگئی بلکہ چین کا سامراجی اثر ورسوخ بھی بڑھنے لگا۔ آج امریکہ اور چین کے تضاد کی بنیاد اسی سرمایہ دارانہ نظام میں ابھرنے والے بحران ہیں۔ اس تضاد کے باعث دونوں ملک پاکستان کو اپنے سامراجی عزائم کے تحت ہی دیکھتے ہیں۔ پاکستان کے حکمران امریکی سامراج سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی چین سے تعلقات مکمل طور پر ختم کر سکتے ہیں، جس کی بڑی وجہ خطے میں موجود طاقتوں کا توازن بالخصوص انڈیا کی موجودگی ہے۔ اس صورتحال میں امریکہ اور چین کا تنازعہ پاکستان کی ریاست کو مسلسل کمزور کرتا چلا جائے گا۔

مشرقِ وسطیٰ کا بحران بھی پاکستان پر براہِ راست اثرات مرتب کرتا ہے۔ خلیجی ممالک میں لاکھوں محنت کش مزدوری کرتے ہیں اور ان کی بھیجی گئی رقوم ملکی معیشت کا اہم ستون ہیں۔ وہاں پر ابھرنے والی عوامی تحریکیں، جنگیں اور سیاسی اتھل پتھل پاکستان پر براہ راست اثرات مرتب کرے گی۔ سعودی عرب جہاں امریکی سامراج کا گماشتہ ہے وہاں پاکستان کے حکمرانوں کے لیے آقا کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ وہاں پر آنے والی سیاسی تبدیلیاں یہاں پر ناگزیر طور پر اثرات مرتب کریں گی۔ سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے اسرائیل کے ساتھ قریبی تعلقات کے باعث پاکستان پر بھی اسی حوالے سے دباؤ موجود تھا۔ امریکہ اور ایران کی کشیدگی نے بھی یہاں پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ یہ صورتحال پاکستان کے سماج میں موجود تضادات کو ابھارنے کا باعث بن سکتی ہے اور اس خطے میں ابھرنے والی عوامی تحریکیں یہاں پر نئی تحریکوں کو جنم دے سکتی ہیں۔

بنگلہ دیش اور سری لنکا کی عوامی تحریکوں نے یہاں کے عوام کو بہت متاثر کیا ہے اور وہ بھی ایسے ہی

اقدامات کرنے کا سوچ رہے ہیں۔سری لنکا کی عوامی تحریک کے دوران پاکستان کے میڈیا پر یہ واقعات رپورٹ کرنے پر پابندی لگا دی گئی تھی۔لیکن اس کے باوجود بھی اس تحریک کے تجربات وسیع پرتوں تک پہنچے تھے۔بنگلہ دیش کی عوامی تحریک کو بھی یہاں بہت پذیرائی ملی اور بہت سے لوگ حیران بھی ہوئے کیونکہ اس سے قبل بنگلہ دیش کو ترقی کا ماڈل بنا کر پیش کیا گیا تھا۔سرمایہ دارانہ بنیادوں پر ہونے والی ترقی حکمران طبقے کی ہی ترقی ہوتی ہے جبکہ وہاں کے عوام بھوک اور بیماری میں پس رہے تھے جبکہ جمہوری آزادیاں بھی چھین لی گئی تھیں اور پولیس اور فوج کا بدترین جبر بھی موجود تھا۔ایسی صورتحال میں اس تحریک نے پاکستان میں بہت سی نئی بحثوں کو جنم دیا ہے اور اس تحریک کے اسباق یہاں کے سیاسی کارکنوں کو بہت کچھ سیکھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔آنے والے عرصے میں انڈیا سمیت پورے جنوبی ایشیا کی تحریکیں پاکستان کے سماج کو جھنجھوڑ کر رکھ دیں گی اور خطے کا محنت کش طبقہ حکمرانوں کیخلاف ایک جڑت بنانے کی جانب بھی بڑھے گا۔

ایسے میں انقلابی کمیونسٹوں کے فرائض پہلے سے بڑھ جاتے ہیں۔ایک طرف خطے میں موجودان تحریکوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنا اور سامراجی طاقتوں کی مذمت کے ساتھ ساتھ خطے کے تمام عوام دشمن حکمرانوں کیخلاف جدوجہد کرنا ان کا اولین فریضہ ہے۔اسی طرح اس خطے کی حقیقی تاریخ کو سامنے لانا اور سامراجی حکمرانوں کے مسلط کردہ خونی بٹوارے، مذہب اور قوم کی بنیاد پر موجود مصنوعی تقسیموں اور جنگوں کیخلاف علم بغاوت بلند کرنا بھی انقلابی کمیونسٹوں کا بنیادی فریضہ ہے۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا نصب العین ہے کہ وہ پورے جنوبی ایشیا سے سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کرتے ہوئے خطے کی ایک رضا کارانہ سوشلسٹ فیڈریشن قائم کرے جو عالمی سوشلسٹ انقلاب کا نقطہ آغاز ہوگا۔اسی مقصد کے تحت خطے میں ابھرنے والی عوامی تحریکوں کیساتھ یکجہتی اور ان کے اسباق کو یہاں کی مزدور تحریک تک پہنچانا بھی انقلابی کمیونسٹوں کا بنیادی فریضہ ہے۔پاکستان کا سوشلسٹ انقلاب اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک پورے خطے اور پھر پوری دنیا سے سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کے پلیٹ فارم سے اس مقصد کے لیے اس خطے سمیت دنیا بھر میں انقلابی کمیونسٹ پارٹیوں کو منظّم کرنے کا عمل بھی جاری ہے اور

انقلابی کمیونسٹ پارٹی اس انٹرنیشنل کا باقاعدہ حصہ ہے۔

افغانستان

ڈیورینڈ لائن کی مصنوعی سامراجی لکیر کے گرد پاکستان اور افغانستان کے حکمران طبقات کے تضادات 1947ء میں ہی سامنے آگئے تھے اور اس کے بعد سے دونوں ممالک میں مسلسل تناؤ کی کیفیت رہی ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں نے پچھلی پانچ دہائیوں سے افغانستان پر اپنا سامراجی تسلط قائم کرنے اور کابل میں کٹھ پتلی حکمران تعینات کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں انہیں اکثر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ امریکہ کی ایما پر پاکستان نے افغانستان میں سامراجی جنگیں مسلط کرنے اور وہاں پر قتل وغارت کرنے میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے اور پاکستان کے حکمرانوں کے ہاتھ لاکھوں افغان عوام کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ ڈالر جہاد سے لے کر 'دہشت گردی کیخلاف جنگ' تک پاکستان کے حکمران طبقات نے اس قتل وغارت کے عواض اربوں ڈالر کمائے ہیں جبکہ پورے خطے کو آگ اور خون میں دھکیل دیا ہے۔ اس خونریزی میں برباد ہونے والے افغان مہاجرین پر بھی یہاں مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ایک طرف مغربی سامراجی طاقتوں سے ان کی امداد کے نام پر ملنے والا فنڈ کھاتے رہے جبکہ دوسری جانب ان لٹے پٹے مہاجرین کو اپنے سامراجی عزائم کے لیے استعمال کرنے کی کوشش بھی کرتے رہے۔ اب بھی ان مہاجرین کو جبری بے دخل کرنے کا گھناؤنا عمل جاری ہے جس کی انقلابی کمیونسٹوں نے شدید مذمت کی ہے۔ افغانستان پر طالبان کی وحشت اور بربریت مسلط کرنے میں بھی پاکستان کا کلیدی کردار ہے اور آج بھی افغانستان کے عوام پر طالبان کے کیے جانے والے مظالم کو پاکستان کے حکمرانوں کی آشیرباد حاصل ہے۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی پاکستان کے اس سامراجی کردار کی شدید مذمت کرتی ہے اور افغانستان کے عوام کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ان کی طالبان اور امریکی سامراج سمیت تمام

سامراجی طاقتوں کیخلاف جدوجہد کی حمایت کرتی ہے۔اس کے علاوہ انقلابی کمیونسٹ پارٹی پاکستان کے مزدوروں، کسانوں اور طلبہ میں اس یکجہتی کو منظّم کرنے کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھے گی۔دونوں ممالک میں موجود سامراجی تسلط، مذہبی بنیاد پرستی کی وحشت اور سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کرنے کے لیے ایک سوشلسٹ انقلاب کی ضرورت ہے۔کسی ایک ملک کا سوشلسٹ انقلاب دوسرے پر بھی اثرات مرتب کرے گا اور ڈیورنڈ لائن کی مصنوعی سامراجی لکیر کو ختم کرنے کی جانب بڑھے گا۔خطے کی ایک رضا کارانہ سوشلسٹ فیڈریشن کا قیام ہی ان سامراجی جنگوں، خونریزیوں، قومی جبر، ہجرتوں اور ملاؤں کی وحشت کا مکمل طور پر خاتمہ کرسکتا ہے۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی اسی منزل کے حصول کے لیے جدوجہد کرے گی۔

ریاست کا بحران

پاکستان ایک سرمایہ دارانہ ریاست ہے اور عالمی سطح پر سرمایہ داری کے بحران نے اس ریاست کی بنیادوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔لینن نے اپنی اہم تصنیف ''ریاست اور انقلاب'' میں سرمایہ دارانہ ریاست کے بنیادی خدوخال واضح کیے تھے اور اس کو اکھاڑ کر ایک مزدور ریاست کے قیام کے حوالے سے انتہائی اہم نکات واضح کیے تھے۔پاکستان کی ریاست کے مطالعے کے لیے بھی یہ تصنیف بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

اس ریاست اور اس کے تمام اداروں کی بنیادیں برطانوی سامراج نے رکھیں تھیں جب اس نے پورے ہندوستان پر لوٹ مار کے لیے تسلط قائم کیا تھا۔اس وقت یہاں موجود قدیم ایشائی طرز پیداوار کا خاتمہ کر کے برطانوی سامراج نے سرمایہ دارانہ نظام مسلط کیا تھا۔مارکس نے ہندوستان پر اپنی تحریروں میں اس عمل کا جائزہ لیا تھا اور کہا تھا کہ جہاں برطانوی سامراج ریل کی پٹڑی بچھانے اور سرمایہ دارانہ نظام مسلط کرنے کا عمل اپنے لوٹ مار کے مقاصد کے تحت کر رہا ہے وہاں یہ خطہ بھی اسی سامراج کیخلاف انقلابی تحریکوں اور عوامی بغاوتوں کے لیے تیار ہو رہا ہے۔آنے

والے عرصے نے اس کو درست ثابت کیا اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔

آج یہاں پر موجود پارلیمانی نظام، عدالتیں، مالیاتی نظام اور پولیس اور فوج سمیت تمام ریاستی اداروں کی بنیادیں برطانوی سامراج نے ہی رکھیں تھیں۔ اس سے قبل یہاں پر قدیم دیہاتی طرز پر محدود پیداوار تھی، جدید معنوں میں کوئی مرکزی مالیاتی و ریاستی نظام موجود نہیں تھا اور پورا خطہ علاقائی راجوں، مہاراجوں، نوابوں کے زیر تسلط علاقوں میں بٹا ہوا تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام یہاں کسی انقلاب کے ذریعے نہیں آیا بلکہ سامراجی مقاصد کے لیے مسلط کیا گیا اور اس کے تحت یہاں پر ابھرنے والے حکمرانوں نے رجعتی قوتوں کو پروان چڑھایا۔ خود برطانوی سامراج نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے مذہبی تقسیم کو پروان چڑھایا اور رجعتی قوتوں کو سماج پر مسلط کیا۔

برطانوی سامراج سے ملنے والی آزادی بھی مذہبی بنیادوں پر مسلط کردہ بٹوارے کے خون سے لتھڑی ہوئی تھی۔ اس نام نہاد آزادی کے بعد بھی امریکہ سمیت دیگر سامراجی طاقتوں نے یہاں سے لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا ہے اور موجودہ ریاست عالمی سامراجی طاقتوں اور مقامی حکمرانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہی موجود ہے۔ لیکن عالمی سرمایہ داری کے زوال کے باعث اس کا بحران شدت اختیار کر چکا ہے اور ہر ادارے میں حکمرانوں کے مابین ایک خانہ جنگی کی کیفیت نظر آتی ہے۔

فوج کے ادارے کی پاکستان کی سیاست اور ریاست میں مداخلت ہمیشہ سے موجود رہی ہے اور آج بھی یہ ادارہ یہاں کی تمام سیاسی پارٹیوں سے لے کر عدلیہ تک براہ راست اثر و رسوخ قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس ادارے کے سربراہ کا کردار پاکستان میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے جس کی وجہ یہاں مسلط کردہ طویل فوجی مارشل لا کے ادوار بھی ہیں جنہیں سامراجی پشت پناہی بھی حاصل رہی ہے۔ اس سربراہ کے کردار کی مبالغہ آمیز حد تک اہمیت کی وجہ یہاں کے سرمایہ دار طبقے کا تاریخی خصی پن اور کمزوری ہے۔ پاکستان کبھی بھی جدید سرمایہ دارانہ ریاست نہیں بن سکا اور یہاں پر سرمایہ دار طبقے کا کردار بھی سامراجی طاقتوں کے گماشتے کا ہی رہا ہے۔ یہ کبھی بھی آزادانہ کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس خطے میں سرمایہ داری کی مغرب کے مقابلے میں تاخیر سے آمد اور اس نظام کے انقلابات کی بجائے سامراجی بیساکھی سے آنے کے باعث یہ سرمایہ دار طبقہ کبھی اس کردار سے باہر نکل بھی نہیں سکتا۔

یہاں پر مغربی طرز کی جمہوری اقدار، پارلیمانی روایات اور ریاستی اداروں کی پیشہ وارانہ انداز میں ورکنگ کبھی بھی ممکن نہیں رہی اور نہ ہی اس نظام کی حدود میں ایسا ہونا ممکن ہے۔

عالمی سرمایہ داری کے زوال کے باعث یہ ریاستی ادارے اور ریاست بحیثیت مجموعی مزید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور اپنے ہی تضادات کے بوجھ تلے دب رہی ہے۔ دوسری جانب حکمران طبقے کی لوٹ مار اور عوام پر جبر اس نظام کے زوال کے باعث بڑھتا چلا جا رہا ہے اور عوام کا معاشی قتل عام کیا جا رہا ہے، ان کی بچی کھچی جمہوری آزادیوں کو تیزی سے ختم کیا جا رہا ہے، احتجاج اور اظہار رائے کے تمام رستے بند کیے جا رہے ہیں اور مظلوم قومیتوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ ملک مالیاتی دیوالیہ پن کا شکار ہے اور لاکھوں لوگ بھوک اور بیماری کی وجہ سے موت کے منہ میں جا رہے ہیں وہیں اس ملک کے حکمرانوں کی مراعات بڑھتی جا رہی ہیں اور ان کے لیے سرکاری خزانے کے منہ کھول دیے گئے ہیں۔

اس دوران عدلیہ، فوج، بیوروکریسی اور سب سے بڑھ کر پارلیمنٹ کے ادارے ہوا میں معلق ہیں اور عوام کی بہت بڑی اکثریت کو ان سے کوئی بھی امید نہیں۔ یہ ادارے کبھی بھی عوام کی امنگوں کے ترجمان نہیں رہے اور انہیں ہمیشہ سرمایہ دار حکمران طبقے نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا ہے۔ لیکن اپنے زوال اور خاتمے کے عہد میں یہ ادارے عوام کے لیے وبال جان بن چکے ہیں اور تمام سرکاری اداروں کا مقصد عوام کے جان و مال کو لوٹنا اور آئے روز عوام کو نئی تکلیف پہنچانا بن چکا ہے۔

عدالتوں کے ججوں کی لڑائیاں، کرپشن کے قصے اور من مرضی کے فیصلے مسلط کرنے کی کہانیاں اب زبان زد عام ہیں۔ نیچے سے لے کر اوپر تک عدالتیں کرپشن کا گڑھ بن چکی ہیں جہاں ہر جانب انصاف کا تماشا نظر آتا ہے۔ پولیس سمیت قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے بھی سرمایہ دار طبقے کی کھلم کھلا دلالی کرتے ہیں اور عوام کو لوٹنا ان کا اولین فریضہ ہے۔ پولیس اور قانون کا تمام تر نظام آج بھی برطانوی سامراج کے بنائے نوآبادیاتی طرز پر جاری ہے جس میں عوام کی تذلیل اور تضحیک کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے جبکہ جرائم پیشہ افراد اور حکمرانوں کے لیے پروٹوکول اور

باعزت زندگی کی ضمانت دی جاتی ہے۔جرنیلوں اور فوجی اشرافیہ کی لوٹ مار بھی بڑھتی جا رہی ہے اور معیشت کے تمام شعبوں پر قبضے سے لے کر عوام کے ٹیکسوں کے پیسے کی لوٹ مار دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ پوری ریاست سرمایہ دار طبقے کے مفادات کے تحفظ کی ضامن ہے اور اس مقصد کے لیے ہی آئین، قانون اور تمام ادارے کام کرتے ہیں۔اس ریاست کے اداروں کے ذریعے کسی قسم کی بہتری، عوام کی فلاح اور ملکی ترقی کے تمام نعرے جھوٹ اور فریب ہیں۔ان اداروں کی بنیاد ہی عوام دشمنی پر ہے ان سے خیر کی توقع رکھنا عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

اسی لیے انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا عزم ہے کہ سرمایہ دارانہ ریاست کا خاتمہ کرتے ہوئے یہاں ایک سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے مزدور ریاست قائم کی جائے۔موجودہ اداروں کے اندر رہتے ہوئے جمہوری آزادیوں کو کبھی بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لیے انصاف کی فراہمی ان عدالتوں کے ذریعے ممکن نہیں، امن و امان کا حصول اس پولیس اور دیگر اداروں کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی موجودہ آئین اور قانون عوام کے بنیادی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

اس سرمایہ دارانہ ریاست اور اس کے تمام قوانین کی بنیاد نجی ملکیت کا تحفظ ہے۔درحقیقت سرمایہ داری ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت پر ہی بنیاد رکھتی ہے۔آج یہاں سماج کی ترقی کے رستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہی نجی ملکیت پر مبنی یہ نظام ہے۔اس کا خاتمہ ایک سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے جس میں تمام ذرائع پیداوار کو اجتماعی ملکیت میں لیا جائے گا اور سرمایہ دارانہ نظام کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔اس انقلاب کے بعد اس نظام کی پروردہ ریاست بھی ختم ہو جائے گی اور نئی ابھرنے والی مزدور ریاست اپنے ادارے، اپنا آئین اور قانون تشکیل دے گی جس میں اجتماعی ملکیت کے نظام کو تحفظ دیا جائے گا۔امیر اور غریب کی تقسیم کے خاتمے کو یقینی بنایا جائے گا اور حقیقی سوشلسٹ جمہوریت نافذ ہو گی۔اس مزدور ریاست کی بنیاد پورے ملک میں موجود مزدوروں اور کسانوں کی انقلابی کمیٹیاں ہوں گی جو جمہوری انداز میں اپنے نمائندے منتخب کریں گی اور وہی منتخب نمائندے جہاں قانون سازی کریں گے وہاں ریاستی امور جن میں انصاف سے لے کر انتظامی و مالیاتی معاملات شامل ہیں، سرانجام دیں گے۔

اس سماج کو موجودہ پسماندگی، ظلم اور جبر سے نجات دلانے کا اس کے علاوہ کوئی رستہ نہیں۔ ریاست کے بحرانوں اور تضادات کا خاتمہ ایک انقلاب کے ذریعے اس کو اکھاڑ پھینکنے اور ایک نئی مزدور ریاست اور سوشلسٹ منصوبہ بند معیشت کی تخلیق سے ہی ہو گا۔

مالیاتی دیوالیہ پن

پاکستان اس وقت تکنیکی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے لیکن ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا گیا۔ سامراجی قرضوں کے بوجھ تلے دبے اس ملک کی معیشت کا یہ حال ہے کہ قرضوں اور ان کے سود کی ادائیگی کے لیے بھی قرضے لینے پڑتے ہیں۔ لیکن اب صورتحال یہ ہو چکی ہے کہ نئے قرضوں کے حصول میں مسلسل دشواری آ رہی ہے اور کوئی بھی سامراجی ملک یا بینک اس ڈوبتی معیشت میں مزید سرمایہ کاری کرنے کا خواشمند نہیں۔ اگر نیا قرضہ ملتا بھی ہے تو اس کی شرائط پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ سخت اور تقریباً ناقابل عمل ہوتی ہیں۔ شرح سود میں بھی پہلے کی نسبت مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آئی ایم ایف کے حالیہ 7 ارب ڈالر کے پیکج میں شرح سود 5 فیصد تک پہنچ گئی ہے جو اس سے پہلے 3 سے چار فیصد رہی ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں کی پوری تاریخ یہی رہی ہے کہ وہ عوام کی ہڈیوں اور گودے سے خون کا آخری قطرہ نچوڑ کر سامراجی طاقتوں کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور بدلے میں اپنا کمیشن وصول کرتے ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی گزشتہ سات دہائی کی پالیسیوں کا یہی سبق ہے۔

یہ سامراجی ادارے یہاں سودی قرضوں کے ذریعے عوام کی پیدا کردہ دولت لوٹتے ہیں اور انہیں سامراجی ممالک کے حکمرانوں کی تجوریوں میں منتقل کرتے ہیں۔ پاکستان کا سالانہ جی ڈی پی اس وقت 350 ارب ڈالر کے قریب ہے جو یہاں کے محنت کش عوام اپنے خون پسینے سے پیدا کرتے ہیں۔ لیکن بدلے میں انہیں بیماری، محرومی اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

ورلڈ بینک کے اعداد و شمار کے مطابق 21-2020ء تک ملک کی 39.3 فیصد آبادی غربت کی خود

ساختہ لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی تھی یعنی وہ روزانہ 3 ڈالر کے قریب آمدن بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ ستمبر 2021ء میں حکومت کے اپنے اعداد وشمار کے مطابق 22 فیصد آبادی ماہانہ تین ہزار روپے سے کم پر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ یہ اعداد وشمار زیادہ تر حکمران طبقے کی سہولت کے لیے ترتیب دیے جاتے ہیں اور صورتحال کی درست عکاسی نہیں کرتے۔ حقیقت میں آبادی کا 80 فیصد سے زیادہ غربت میں زندگی گزار رہا ہے۔ صحت کی بنیادی سہولیات ناپید ہیں، ہر سال زچگی کے دوران دسیوں ہزار خواتین ہلاک ہو جاتی ہیں اور پانچ سال کی عمر سے کم کے 40 فیصد سے زائد بچے سٹنٹڈ گروتھ کا شکار ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان کی جسمانی نشو ونما غذائی قلت کے باعث ادھوری گئی ہے اور باقی زندگی میں کبھی پوری نہیں ہو سکے گی۔ تعلیم کے حصول کے لیے یہ ملک دنیا میں آخری نمبروں پر آتا ہے اور اس ملک کے دو کروڑ ساٹھ لاکھ سے زائد بچے کبھی سکول ہی نہیں گئے۔ یہ دنیا میں سکول سے باہر بچوں کی سب سے بڑی تعداد میں سے ایک ہے۔

غربت میں رہنے والے ان عوام پر اربوں ڈالر کے سامراجی قرضوں کا بوجھ بھی موجود ہے جس کو وصول کرنے کے لیے آئے روز نئے معاشی حملے کیے جاتے ہیں۔ پاکستان پر قرضوں کا حجم اس وقت کُل جی ڈی پی کے تقریباً 75 فیصد کے برابر ہے جو ایک ترقی پذیر معیشت کے لیے بہت زیادہ ہے۔ پاکستان پر بیرونی قرضوں کا حجم 131 ارب ڈالر سے زائد ہے جس میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے علاوہ چین اور دیگر سامراجی ریاستوں کے قرضے بھی شامل ہیں۔ اندرونی قرضوں کا حجم 43 ٹریلین روپے سے زیادہ ہے۔ پاکستان کی سالانہ ٹیکس آمدن کا 90 فیصد ان قرضوں اور ان کے سود کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں سودی قرضوں کے گھن چکر میں بینک، سامراجی ریاستیں اور عالمی مالیاتی ادارے اس ملک کے ٹیکسوں اور دیگر ذرائع سے آمدن کے سب سے بڑے حصے کو لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دفاعی اخراجات پر سب سے زیادہ اخراجات کیے جاتے ہیں جس میں فوج کی تنخواہیں، مراعات، پنشن کے علاوہ اسلحے کی خریداری، جرنیلوں کی عیاشیاں اور کمیشن شامل ہیں۔ ان دفاعی سودوں میں بھی چین اور دیگر سامراجی ممالک بڑے پیمانے پر کمائی کرتے ہیں جبکہ مقامی حکمران بڑا کمیشن کھاتے ہیں۔

لوٹ مار کا ایک بڑا اسکینڈل حال ہی میں بجلی پیدا کرنے والی کمپنیوں یعنی آئی پی پیز کا سامنے آیا ہے ۔ یہ کمپنیاں جن کے مالکان میں سامراجی سرمایہ کاروں کے ساتھ ساتھ حکمران طبقے کے مختلف افراد بھی شامل ہیں ہر سال کھربوں روپے کی لوٹ مار کر رہی ہیں۔ ایک طرف عوام کے ٹیکسوں کے پیسوں سے ان کمپنیوں کو بجلی کی انتہائی زیادہ قیمت ادا کی جا رہی ہے اور دوسری طرف یہ کپیسٹی پیمنٹس کی مد میں بغیر بجلی بنائے ہی کھربوں روپے وصول کر رہی ہیں۔ ان کمپنیوں کے ساتھ ہونے والے معاہدے واضح کرتے ہیں کہ اس نظام میں ہونے والی تمام سرمایہ کاری کا مقصد عوام کو لوٹنا ہے اور اس ملک کا حکمران طبقہ کبھی بھی عوام کے مفاد میں کوئی منصوبہ شروع نہیں کرتا۔

گزشتہ عرصے میں سی پیک کے منصوبے کے تحت چین سے ہونے والی سرمایہ کاری کا کردار بھی یہی تھا۔ اس کا مقصد بھی یہاں کے وسائل اور دولت کی لوٹ مار تھا جبکہ حکمران اسے ترقی اور خوشحالی کا پیغام بنا کر بیچ رہے تھے۔ سی پیک کے دوران آنے والے قرضوں نے پہلے سے مقروض معیشت کو مزید دیوالیہ کر دیا اور بیروزگاری، مہنگائی اور حکمرانوں کی لوٹ مار میں مزید اضافہ ہوا۔ جبکہ ترقی اور خوشحالی کے تمام دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

اب امریکہ اور چین کا تنازعہ مالیاتی میدان میں بھی اثرات مرتب کر رہا ہے اور آئی ایم ایف نے چین کے قرضوں کی واپسی کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ دوسری جانب چین اپنے قرضوں کی سود سمیت واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ آئی ایم ایف سے نئے قرضے کے حصول کے لیے جہاں چین کے قرضوں کے انکار کی ضمانت فراہم کرنا ضروری ہے وہاں عوام پر مزید ٹیکس لگانے، تقریباً تمام عوامی اداروں کی نجکاری اور سرکاری ملازمین کی پنشن ختم کرنے جیسے اقدامات شامل ہیں۔ حکمرانوں نے ہمیشہ کی طرح ان اقدامات پر عملدرآمد کی یقین دہانی کروائی ہے۔ مالیاتی دیوالیہ پن کے باوجود اس ملک کے سرمایہ داروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں پر ٹیکس میں بڑا اضافہ نہیں کیا گیا اور نہ ہی انہیں ملنے والی سبسڈیوں کا بڑے پیمانے پر خاتمہ کیا گیا ہے۔ اگر ان سرمایہ داروں پر بڑے پیمانے پر ٹیکس لگایا جائے تو عوام پر ٹیکس لگانے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ لیکن عوام دشمن سرمایہ دارانہ نظام میں یہ توقع نہیں کی جاسکتی۔

عالمی سرمایہ داری کے زوال کے باعث ملکی معیشت کا دیوالیہ بڑھتا ہی جائے گا اور قرضوں کا حصول مشکل تر ہوتا چلا جائے گا۔ درحقیقت حکومت پہلے ہی سے وہ اقدامات کر رہی ہے جو کوئی بھی ریاست دیوالیہ ہونے کے بعد کرتی ہے۔اس میں مختلف مالیاتی اداروں سے قرضوں کی ری شیڈولنگ کے حوالے سے مذاکرات بھی شامل ہیں، جبکہ امپورٹ پر پہلے ہی بڑے پیمانے پر قدغنیں لگائی جا چکی ہیں۔ اگر امپورٹ میں مشکلات ہوں گی تو ملکی صنعت کو پہلے کی طرح چلانا ممکن نہیں رہے گا کیونکہ اس پسماندہ ملک کی صنعتوں کا زیادہ تر خام مال اور مشینری وغیرہ امپورٹ ہی ہوتی ہے۔بجلی کی قیمتوں میں اضافے اور دیگر وجوہات کی بنا پر صنعتیں پہلے ہی بند ہو رہی ہیں جس سے بیروزگاری بڑھ رہی ہے۔

پاکستان کی معیشت کا ہمیشہ سے بڑا انحصار بیرونی جنگیں رہی ہیں جن میں پاکستان سامراجی طاقتوں کی کٹھ پتلی کے طور پر امداد، قرضے اور دفاعی اہمیت حاصل کرتا رہا ہے۔ 2001ء میں افغانستان میں امریکی جارحیت کے بعد سے یہ انحصار کئی گنا بڑھ گیا اور بعد کی دو دہائیوں میں پاکستان کی معیشت واضح طور پر ایک جنگی معیشت بن گئی۔ یہاں پر صنعتیں لگنے اور زرعی ترقی ہونے کی بجائے رئیل اسٹیٹ کا کاروبار پھیلا اور خدمات کا شعبہ زراعت اور صنعت سے زیادہ بڑا ہوتا چلا گیا۔اس عرصے میں تمام تر ڈالروں کی وصولی دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافے کے ساتھ جڑی ہوئی تھی جس میں اس ملک کے حکمرانوں نے کوئی کمی نہیں آنے دی۔لیکن اس سامراجی جنگ سے عوام کو سوائے خونریزی، بدامنی اور بھوک، بیماری کے کچھ نہیں ملا۔حکمران طبقے نے دونوں ہاتھوں سے اس دولت کو لوٹا لیکن عوام کے لیے فلاح و بہبود پہلے کی طرح ایک خواب ہی رہی۔امریکہ کی افغانستان میں شکست اور دم دبا کر بھاگنے کے بعد سے یہ سلسلہ اچانک ختم ہو گیا اور ملکی معیشت تب سے دیوالیہ پن کی جانب بڑھتی جا رہی ہے۔آئندہ بھی اس ملک کے حکمران کسی صنعتی یا زرعی ترقی کی کوشش کی بجائے کسی سامراجی جنگ کے ہی منتظر ہیں اور اس کے ذریعے لوٹ مار کے ایک نئے سلسلے کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان میں بھتہ خوری، لینڈ مافیا، اسمگلنگ، کالا دھن اور غیر قانونی ذرائع سے آنے والی ترسیلات

زر بھی معیشت میں ایک بڑا حجم رکھتی ہیں۔اس معیشت کے سماج پر گہرے اثرات موجود ہیں اور دہشت گردی سے لیکر لاقانونیت اور سماجی افراتفری میں اس معیشت کے اثرات کونظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کی بوسیدہ ریاست میں یہ صلاحیت موجود نہیں کہ اس سب کی روک تھام کر سکے بلکہ اس کالی معیشت نے ریاست کے اہم حصوں میں سرایت کر کے غیر اعلانیہ طور پر قبولیت حاصل کر لی ہے۔ریاستی اداروں کے سربراہان سے لے کر نچلی سطح تک کے ملازمین اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور یہ سماج کا ایک کلیدی حصہ بن چکی ہے۔

اس تمام عرصے میں زراعت کا شعبہ بھی بدترین تباہی کا شکار ہوا ہے اور گندم کے کاشتکار سے لے کر کپاس اور گنے کے کاشتکار تک سب تباہی اور بربادی کا شکار ہیں۔اس نام نہاد زرعی ملک میں اس وقت دیہاتوں میں لوگ بھوک کا شکار ہیں اور اس باعث خودکشیوں پر مجبور ہیں جبکہ یہ خطہ اناج کی پیداوار میں ایک بلند مقام رکھتا ہے۔حکمرانوں کی کسان دشمن پالیسیوں کے باعث جہاں فصل کی کاشت کے اخراجات میں ہوشربا اضافہ ہوا ہے اور کھاد اور ادویات کی قیمتیں کسان کی پہنچ سے باہر ہوتی جا رہی ہیں وہاں ان اجناس کی فروخت میں بھی کسان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا جا رہا ہے اور منڈی کے رحم وکرم پر وہ لاگت سے بھی کم قیمت پر فصل بیچنے پر مجبور ہے۔اس دوران آڑھتی، ذخیرہ اندوز، اسمگلر اور حکومتی عہدیدار کسانوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ دوسری جانب صارفین بھی پریشان ہیں اور مسلسل ان اجناس کی مصنوعی قلت پیدا کر کے انہیں لوٹا جاتا ہے۔کبھی چینی، کبھی آٹا اور کبھی دیگر اجناس کی قلت پیدا کی جاتی ہے اور ان کی قیمتیں آسمان پر پہنچا دی جاتی ہیں جبکہ حکمران عوام کی بربادی کا جشن مناتے ہیں۔ متعدد واقعات میں آٹے کے حصول کی لائینوں میں لگے درجنوں افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔اسی طرح کھاد اور دیگر اشیا کی قلت پیدا کر کے کسانوں کو لوٹا جاتا ہے۔کارپوریٹ فارمنگ کے ذریعے چھوٹے کسانوں کی زمینیں ہتھیانے اور ان کے روزگار کو غصب کرنے کا عمل بھی جاری ہے جس میں اب فوجی اشرافیہ بھی کود چکی ہے۔

اس صورتحال میں معیشت دانوں، تجزیہ کاروں اور سیاسی پارٹیوں کے پاس موجود معیشت کو بہتر کرنے کے تمام نسخے پرانے ہی ہیں اور ان پر عملدرآمد سے ہی معیشت اس نکتے تک پہنچی

ہے۔نجکاری، ڈاؤن سائزنگ، شرح سود میں اضافہ یا عوام پر ٹیکسوں کی بھرمار سے پہلے بھی معیشت بہتر نہیں ہوسکی اور اب بھی کوئی امکان نہیں۔آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے سامراجی اداروں سے چھٹکارا اس نظام کی حدود میں رہتے ہوئے ممکن نہیں۔اسی لیے انقلابی کمیونسٹ پارٹی ایک سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے اس سرمایہ دارانہ معیشت کے خاتمے کی جدوجہد کر رہی ہے۔ انقلاب کے بعد تمام سامراجی قرضے دینے سے انکار کر دیا جائے اور امریکہ اور چین سمیت تمام سامراجی مالیاتی اداروں کے قرضے مزدور ریاست کی جانب سے ضبط کر لیے جائیں گے۔ملک میں موجود تمام بینک اور ان میں موجود دولت مزدور ریاست کی تحویل میں لے لی جائے گی اور ایک مرکزی بینک کے ذریعے منصوبہ بند معیشت کا اجرا کیا جائے گا۔تمام ملٹی نیشنل کمپنیاں، مالیاتی ادارے، اسٹاک ایکسچینج اور نجی صنعتیں اور ادارے محنت کش عوام کی اجتماعی ملکیت اور جمہوری کنٹرول میں لے لیے جائیں گے اور ملکی و غیر ملکی سرمایہ دار طبقے کے تمام اثاثے ضبط کر لیے جائیں گے۔تمام تر معدنی وسائل، بیرونی تجارت اور مالیاتی شعبے پر مزدور ریاست کا مکمل کنٹرول ہوگا اور ملک میں پیدا ہونے والی تمام تر دولت عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جائے گی۔عوام کو روٹی، کپڑا، مکان کی فراہمی سے لے کر علاج، تعلیم، بجلی، پانی اور دیگر ضروریات کی فراہمی تک تمام تر ذمہ داریاں نبھانا مزدور ریاست پر فرض ہوگا اور وہ تمام وسائل ان مقاصد کے لیے خرچ کرے گی۔ حکمرانوں کی یہاں سے لوٹ کر بیرون ملک منتقل کی جانے والی دولت کو واپس لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے اور ایسا نہ کرنے والوں کو کڑی ترین سزائیں دی جائیں گی۔منڈی کی معیشت کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے گا اور یہاں پر منصوبہ بند معیشت کے ذریعے ترقی اور خوشحالی کے نئے دور کا آغاز ہوگا۔

سیاست کا بحران

اس وقت پاکستان کی رائج الوقت تمام سیاسی پارٹیوں کا عوام دشمن کردار واضح ہو چکا ہے اور تمام

پارٹیاں اپنے دورِ اقتدار میں عوام کے معاشی قتل عام کی پالیسیوں پر ہی عمل پیرا رہی ہیں۔تمام سیاسی پارٹیاں سرمایہ دارانہ نظام پر پختہ یقین رکھتی ہیں اور اسی نظام کو قائم رکھنے اور اسے جاری رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔اس نظام کی حدود سے باہر ان پارٹیوں کے لیے سوچنا بھی گناہ کبیرہ بن چکا ہے اور اگر کوئی ایسی جرات کرتا ہے تو اسے حیرانگی سے دیکھا جاتا ہے۔

اس وقت نون لیگ کی قیادت میں مخلوط حکومت قائم ہے جس میں پیپلز پارٹی کا اہم حصہ ہے۔ یہ دونوں پارٹیاں ایک طویل عرصے سے اقتدار میں ہیں اور ان کی قیادتوں نے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے۔ان پارٹیوں کی تاریخ ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن آج یہ دونوں پارٹیاں حکمران طبقے اور سامراجی مفادات کی نمائندگی کرتے ہوئے عوام پر مہنگائی، بیروزگاری کے بم گرا رہی ہیں اور معاشی قتل عام کر رہی ہیں جبکہ دوسری جانب سرمایہ دار طبقے کی دولت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ان پارٹیوں کی قیادتوں، وزیروں اور مشیروں کی دولت بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے جبکہ کروڑوں کی تعداد میں عوام فاقے کرنے پر مجبور ہیں۔ان دونوں پارٹیوں کا مقصد درحقیقت سرمایہ دار طبقے کی دولت میں اضافہ کرنے اور عوام کو لوٹنے کا ہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام کی اکثریت ان پارٹیوں کو رد کر چکی ہے اور یہ اب صرف اسٹیبلشمنٹ کی بیساکھیوں کے ساتھ ہی موجود ہیں۔ پنجاب اور سندھ میں ان کی حکومتیں بھی اسی عوام دشمن کردار کی حامل ہیں اور عوام ان پارٹیوں کیخلاف نفرت کا متعدد دفعہ اظہار کر چکے ہیں اور آئندہ جب بھی یہاں پر انقلابی تحریک ابھرے گی تو ان پارٹیوں کے لیڈروں کے گریبانوں تک عوام کا ہاتھ ضرور پہنچے گا۔

تحریک انصاف کو اسٹیبلشمنٹ کے ایک حصے کی جانب سے مسیحا بنا کر پیش کیا گیا اور 2018ء میں ایک فراڈ الیکشن کے ذریعے اسے اقتدار پر مسلط کیا گیا۔اس اقتدار کے دوران اس پارٹی نے عوام دشمنی کے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے اور مہنگائی، بیروزگاری کے بدترین حملے کیے۔کرونا وبا کے دوران سرمایہ داروں پر کھربوں روپے سرکاری خزانے سے نچھاور کر دیے گئے جبکہ عوام کو بغیر علاج اور روٹی کے مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔اس پارٹی کا ابھار اس ملک کے حکمران طبقے کی باہمی پھوٹ اور تضادات کے ابھرنے کا بھی اظہار ہے۔گزشتہ عرصے میں واضح ہو چکا ہے کہ ملک کی

اسٹیبلشمنٹ دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور ایک حصہ اپنی لوٹ مار کے لیے تحریک انصاف کے کندھوں پر سوار ہے جبکہ دوسرا حصہ باقی پارٹیوں کے ذریعے لوٹ مار کرتا ہے۔اپوزیشن میں ہونے کے باعث اس پارٹی کو کچھ مقبولیت ملی ہے لیکن پختونخواہ میں اس پارٹی کا اقتدار اس کے عوام دشمن کردار کی سب سے بڑی گواہی ہے۔ایک دہائی سے زائد عرصے کے اس اقتدار میں کوئی بھی بنیادی تبدیلی نظر نہیں آئی اور یہاں بھی عوام غربت اور ذلت کی چکی میں اسی طرح پس رہے ہیں جبکہ سرمایہ داروں کی لوٹ مار بڑھتی جا رہی ہے۔یہ پارٹی بھی سامراجی طاقتوں کی گماشتگی، کرپشن اور مزدور دشمنی میں اسی طرح شامل ہے جس طرح باقی پارٹیاں اور یہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کو قائم رکھنے پر ہی یقین رکھتی ہے۔اس پارٹی نے بھی نجکاری، ڈاؤن سائزنگ اور آئی ایم ایف کی دیگر پالیسیوں کو ہی مسلط کیا ہے۔

اس پارٹی کی عوام کے کچھ حصوں میں وقتی مقبولیت اپوزیشن میں ہونے کی وجہ سے بھی ہے اور اس لیے بھی کہ اسٹیبلشمنٹ کا حاوی دھڑا اس کی فی الحال مخالفت کر رہا ہے۔بالخصوص نوجوانوں میں مقبولیت کی ایک وجہ برسر اقتدار باقی سیاسی پارٹیوں اور اسٹیبلشمنٹ سے نفرت بھی ہے۔اسی طرح باقی دنیا کی طرح پاکستان میں بھی سٹیٹس کو سے شدید نفرت اور تبدیلی کی خواہش موجود ہے۔اس لیے یہ مقبولیت تحریک انصاف کے سیاسی پروگرام کی حمایت کی بجائے دیگر سیاسی قوتوں اور اسٹیبلشمنٹ کیخلاف نفرت کی عکاسی کرتی ہے۔اس کے علاوہ اس عارضی مقبولیت کی وجہ ملک گیر سطح پر ایک بڑی انقلابی پارٹی کا فقدان بھی ہے۔مگر ایک بڑی عوامی تحریک اس صورت حال کو یکسر تبدیل کر دے گی۔'آزاد' کشمیر، گلگت بلتستان، بلوچستان اور پشتون علاقوں میں ایسا ہوتا ہوا ہم نے دیکھا بھی ہے۔آنے والے عرصے میں حکمرانوں کی دھڑے بندی کی لڑائی میں شدت سے یہ توازن الٹ بھی ہو سکتا ہے اور حکمران طبقے کی سیاست کی بساط الٹ بھی سکتی ہے، لیکن اس کا عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ رائج الوقت عوام دشمن سیاست کے متبادل ایک انقلابی سیاست کا آغاز کیا جائے اور عوام کو ایک حقیقی انقلابی پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جہاں وہ

حکمرانوں سے نفرت کا کھل کر اظہار کر سکیں وہاں اس تمام تر غصے اور نفرت کو سیاسی طور پر منظّم کرتے ہوئے ایک انقلابی تحریک میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ محنت کش عوام کی یہ انقلابی پارٹی ہر انداز میں دیگر تمام پارٹیوں سے مختلف ہے اور جہاں اس کا انقلابی کمیونزم کا نظریہ سرمایہ داری نظام کے خاتمے کی جدوجہد کا عزم کرتا ہے وہاں اس پارٹی میں موجود جمہوری مرکزیت کے تحت تمام فیصلہ سازی میں کارکنان براہ راست شریک ہوتے ہیں۔ اس وقت ملک کی تمام پارٹیاں موروثی سیاست یا پھر کسی کرشماتی لیڈر کے گرد موجود گروہوں کے طور پر موجود ہیں اور کہیں بھی جمہوری مرکزیت کے تحت ڈھانچے اور فیصلہ سازی موجود نہیں۔ اسی طرح تمام سیاسی پارٹیاں اسی نظام کی حدود میں ہی قید ہیں اور اس کو پھاڑ کر باہر نکلنے کی سوچ ہی جرم قرار دی جا چکی ہے۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کی بنیاد ہی اس نکتے پر ہے کہ یہ نظام ناکارہ ہو چکا ہے اور اب اس کو اکھاڑ پھینکنا ہی سماج کی ترقی کا باعث ہوگا۔

اسی طرح پاکستان کی سیاست میں حاوی عنصر اشرافیہ کی موجودگی ہے اور ان سیاسی پارٹیوں میں عام کارکنوں کو صرف نعرے بازی کے لیے ہی بلایا جاتا ہے۔ دولت کی ریل پیل اور دکھاوا تمام پارٹیوں میں قیادت کی پہچان ہے اور جو لیڈر جتنا کھوکھلا، بد دماغ اور کند ذہن کا ہوگا وہ اتنے ہی اہم عہدے پر براجمان ہوگا۔ ان پارٹیوں کے نظریے کے مطابق ان پارٹیوں میں مزدور دشمنی ہر سطح پر رچی بسی نظر آتی ہے اور صرف فوٹو سیشن کے لیے مزدوروں کو ایک غریب، بے کس اور بیچارے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ان تمام پارٹیوں کی قیادت میں جرائم پیشہ، رسہ گیر، اسمگلر اور قبضہ گروپ سمیت ہر طرح غلیظ ترین عناصر شامل ہوتے ہیں جنہیں فخر کے ساتھ پارٹی کے اثاثے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ درحقیقت پچھلے عرصے میں الیکٹیبل کے نام سے ایک نئی اصطلاح بھی متعارف کروائی گئی جس میں ایسے ہی غلیظ جرائم پیشہ افراد کو پارٹی میں شامل کرنا کامیابی بتایا گیا۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی حاوی سیاست کی اس تمام غلاظت کیخلاف بغاوت کا اعلان ہے اور یہ پارٹی فخر سے کہتی ہے کہ یہ مزدور طبقے کے مفادات کی نمائندگی کرتی ہے اور اس طبقے کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہی اپنی جدوجہد منظّم کرے گی اور اسی کے تحت انقلاب برپا کرے گی۔ اشرافیہ کی

سیاست، اس کی اخلاقیات اور ثقافت کیخلاف بغاوت کرنا ہی اس پارٹی کا نصب العین ہے اور یہ اس پارٹی کے تمام ڈھانچوں سے لے کر اس کی اعلیٰ انقلابی ثقافت میں ہر جگہ واضح دکھائی دے گا۔حکمران طبقے سے نفرت اور اس کے خلاف نا قابل مصالحت لڑائی کی بنیاد پر اس پارٹی کا قیام اس ملک کے محنت کش عوام کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں جو رائج الوقت سیاست کی بدبو سے تنگ آ چکے ہیں اور سماج میں پھیلے ان پارٹیوں کے تعفن سے بدظن ہو چکے ہیں۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے پلیٹ فارم سے نہ صرف عوام کے مختلف حصے اپنے فوری مسائل کے حل کے لیے جدوجہد کر سکیں گے بلکہ ان جدوجہدوں کو ایک انقلابی تحریک کی جانب لے جاتے ہوئے اس نظام کو اکھاڑ بھی سکیں گے۔

اس پارٹی کا قیام ملک میں اصلاح پسندی کے نظریات اور ان کے تحت موجود پارٹیوں کے خلاف بھی اعلان جنگ ہے۔اس ملک کی عوامی سیاست پر ریفارم ازم یا اصلاح پسندی کے نظریات سب سے زیادہ حاوی رہے ہیں۔ان نظریات کے تحت اس نظام کی بنیادوں کو غلط طور پر ازلی اور ابدی تسلیم کر لیا جاتا ہے اور صرف اصلاحات کے حصول کو ہی آخری منزل بنا لیا جاتا ہے۔اس نظریے کے تحت یہ جھوٹا خیال بھی پروان چڑھایا جاتا ہے کہ اصلاحات کے بتدریج حصول سے ایک دن تمام مسئلے حل ہو جائیں گے اور تمام لوگ اسی نظام میں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگیں گے۔جبکہ انقلابی کمیونسٹ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ داری نظام کی بنیاد دو دشمن طبقات، سرمایہ دار اور مزدور پر قائم ہے ۔جب تک یہ نظام موجود ہے سرمایہ دار مزدور کی محنت کا استحصال کرتا رہے گا اور مزدور کی پیدا کردہ قدر زائد لوٹ کر منافع کماتا رہے گا۔اس استحصال اور قدر زائد کی لوٹ مار ختم کرنے کے لیے اس نظام کو ختم کرنا پڑے گا۔اس نظام کے اندر ہونے والی اجرتوں میں اضافے اور دیگر بنیادی مسائل کے حل اور اصلاحات کی جدوجہدیں اہم ہیں اور ہم ان کی حمایت کرتے ہیں لیکن یہ ہماری منزل کبھی بھی نہیں ہو سکتی۔حتمی منزل اس نظام کا خاتمہ ہے۔

اصلاح پسندی کے نظریے کی ناکامی ہمیں پیپلز پارٹی کے پہلے دور اقتدار میں بھٹو کی قیادت میں نظر آئی۔ یہ اقتدار محنت کش طبقے کی ایک انقلابی تحریک کے بعد حاصل ہوا تھا جس کا آغاز

1968-69ء میں ہوا تھا جب پورے ملک میں ہڑتالوں اور احتجاجی تحریکوں کے ذریعے ایوب آمریت کا خاتمہ کیا گیا اور چٹاگانگ سے کراچی تک پورا ملک سوشلزم کے نعروں سے گونج اٹھا۔اس وقت اس ملک کے عوام اس نظام کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے اور نجی ملکیت کے رشتوں کو للکارتے ہوئے ذرائع پیداوار پر اجتماعی کنٹرول کی جانب بڑھ رہے تھے۔جاگیروں پر کسان قبضے کر رہے تھے جبکہ صنعتی مزدوران اداروں کو اجتماعی کنٹرول میں لے رہے تھے۔اس وقت اگر کمیونزم کے حقیقی نظریات سے لیس ایک پارٹی موجود ہوتی تو سوشلسٹ انقلاب برپا کیا جا سکتا تھا۔لیکن ایسا نہ کیا جا سکا اور اس تحریک کو چہروں کی تبدیلی اور پھر پہلے عام انتخابات کے ذریعے اسی نظام کی حدود میں قید کر دیا گیا۔بھٹو اور اس کی پیپلز پارٹی نے سوشلزم کا نعرہ لگایا تھا لیکن اقتدار میں آتے ہی انہوں نے اپنے نعروں سے غداری کرتے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی پروردہ ریاست کو مضبوط کیا۔عوامی تحریک کے دباؤ کے تحت مزدور طبقے کے لیے اس ملک کی تاریخ کے سب سے بڑی اصلاحات کی گئیں لیکن بنیادی نظام کو تبدیل نہیں کیا گیا جس کے باعث حکمرانی سرمایہ دار طبقے کی ہی موجود رہی۔ان اصلاحات کے باوجود مالیاتی بحران اور دیگر مسائل پر مکمل قابو نہیں پایا جا سکا اور بھٹو کی عوامی حمایت میں بتدریج کمی آتی گئی۔تحریک کی پسپائی کی صورتحال میں حکمران طبقے نے فوجی آمر ضیا الباطل کے ذریعے فیصلہ کن وار کیا اور نہ صرف بھٹو کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا گیا بلکہ تمام تر اصلاحات ختم کرنے کے عمل کا بھی آغاز ہوا۔آج نصف صدی بعد صورتحال پہلے سے بدتر ہو چکی ہے اور ان اصلاحات کا نام و نشان بھی مٹ چکا ہے۔بھٹو کو انقلابی تحریک سے غداری کی سزا تو ملی لیکن ساتھ ہی اس نظام کی حدود میں رہتے ہوئے ریفارمز یا اصلاحات کی حدود بھی واضح ہو گئیں۔

پاکستان مظلوم قومیتوں کا جیل خانہ بھی ہے اور یہاں پر انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا قیام یہاں بسنے والی تمام مظلوم قومیتوں کی اس ظلم کیخلاف جدوجہد کے لیے بھی ایک تاریخی پیش رفت ہے۔

اس کی ایک مثال بلوچستان کی ہے۔تقسیم ہند کے وقت قلات ایک الگ ریاست تھی جس میں بلوچ آبادی کے زیادہ تر علاقے شامل تھے۔نومولود ریاست پاکستان کے حکمران طبقات نے تقسیمِ

ہند کے مخصوص پس منظر کو جواز بنا کر جھوٹے وعدے وعید کی بنا پر بلوچستان کو ریاست پاکستان کا حصہ بنایا۔ بلوچ قیادت اور ریاست پاکستان میں طے ہونے والے معاہدے کے تحت حالات بہتر ہونے کے بعد بلوچ قیادت کے مطالبے پر ریاست پاکستان قلات کا الگ ریاستی تشخص بحال کرنے کی پابند تھی۔ مگر اس حکمران طبقے کے روز اول سے ہی سامراجی عزائم تھے اور انہوں نے بلوچستان کو مستقل بنیادوں پر اپنا مطیع اور غلام بنالیا، جس کے خلاف بلوچ حریت پسندوں کی طرف سے مختلف اوقات میں چار بڑی سرکشیاں بھی کی گئیں مگر ریاست پاکستان کا یہ تسلط تا حال برقرار ہے۔

ہماری پارٹی پاکستان کی ریاست کے سامراجی کردار کی شدید مذمت کرتی ہے اور مظلوم قوموں کے وسائل کی لوٹ مار اور ان پر جاری ریاستی ظلم و جبر کے خاتمے کی جدوجہد کا اعلان کرتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا قیام اس ملک میں قوم پرستی کے نظریات کیخلاف بھی اعلان جنگ ہے۔ قوم پرستی کے نظریات نے بھی اس ملک کی قومی آزادی کی تحریکوں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور انہیں حکمران طبقے یا سامراجی طاقتوں کے دائرہ اثر میں قید رکھا ہے۔ ہماری پارٹی اس ملک میں قومی آزادی کی تحریکوں کو انقلابی کمیونزم کے نظریات کے ساتھ جوڑنے کا عزم رکھتی ہے اور انہیں قوم پرستی کے تنگ نظر اور بوسیدہ نظریات سے نجات دلانے کی کوشش کرے گی۔ قوم پرستی کے نظریات بھی اس سرمایہ دارانہ نظام کو ہی ازلی اور ابدی تصور کرتے ہیں اور اسی کی حدود میں رہتے ہوئے قومی مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نظریات وقت اور حالات کی کسوٹی پر کئی دفعہ غلط ثابت ہو چکے ہیں اور ان کے تحت بہت سی تحریکیں ماضی میں لازوال جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود کامیاب نہیں ہوسکیں۔ اسی طرح اگرچہ مبہم انداز میں ہی سہی حکمران پارٹیاں بھی مخصوص حالات میں صوبائی کارڈ یا قوم پرستانہ جذبات کو جواز بنا کر (سندھ سے لیکر کشمیر تک) ریاست سے بارگیننگ کے لئے استعمال کرتی آئی ہیں۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی واضح طبقاتی پروگرام اور سوشلسٹ انقلاب کے نظریات کی بنیاد پر قوم پرستی کے فرسودہ نظریات کو بے نقاب کرتے ہوئے قومی جبر کے مستقل خاتمے کی جدوجہد جاری رکھے گی۔

آج سرمایہ داری کے نامیاتی زوال کے عہد میں قوم پرستی کا سرمایہ دارانہ نظریہ نجات دہندہ نہیں بن سکتا بلکہ یہ موقع پرستی یا مہم جوئی جیسی انتہاؤں پر ہی منتج ہوگا۔قومی جبر کے خاتمے کے لیے جاری جدوجہد کو خطے کے محنت کش طبقے کی جدوجہد اور نظام کے خاتمے کی انقلابی لڑائی کے ساتھ جوڑنا انتہائی ضروری ہے اور یہی عمل ان تحریکوں کی کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔

اس وقت بھی ملک کے طول وعرض میں مختلف مظلوم قومیتوں کی شاندار عوامی تحریکیں جاری ہیں جنہوں نے یہاں ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔خاص طور پر بلوچ عوام کی حالیہ جدوجہد قابل ستائش ہے جہاں ریاست کے بدترین مظالم اور جبر کے باوجود لاکھوں لوگ احتجاجی جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہوئے ہیں۔بلوچستان سے باہر بھی کراچی سے لے کر اسلام آباد تک ان احتجاجوں کو حمایت ملی ہے اور بلوچ عوام کی ریاستی جبر کیخلاف لڑائی پورے ملک میں عوامی مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ درحقیقت بلوچ عوامی تحریک نے سات دہائیوں سے جاری اس قومی آزادی کی تحریک کو ایک نئے مرحلے میں داخل کر دیا ہے اور پہلی دفعہ عام عوام اتنی بڑی تعداد میں اس تحریک میں براہ راست شریک ہوئے ہیں۔اس تحریک کو اگر خطے کے دیگر محنت کش عوام کی تحریکوں کے ساتھ جوڑا جاتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کی تحریک انقلابی بنیادوں پر منظّم کی جاتی ہے تو کامیابی کے امکانات موجود ہیں۔اس کے لیے سب سے پہلے اس تحریک پر حاوی قوم پرست نظریات کیخلاف ایک نظریاتی لڑائی لڑنے کی ضرورت ہے جس کا آغاز انقلابی کمیونسٹ پارٹی کر چکی ہے۔آنے والے عرصے میں انقلابی کمیونزم کے نظریات کو اس تحریک میں شامل لاکھوں افراد تک پہنچانا ضروری ہے تاکہ اس دفعہ اس تحریک کو زائل ہونے کی بجائے کامیابی سے ہمکنار کیا جا سکے۔اس تحریک نے آغاز میں ہی ایک طویل عرصے سے موجود قوم پرست قیادتوں اور سیاسی پارٹیوں کو رد کیا ہے اور ایک نئی قیادت تراش کر لائی ہے جو آگے کا ایک قدم ہے۔اسی طرح مسلح جدوجہد کے غلط طریقہ کار کی بجائے احتجاجی جلسے جلوسوں، لانگ مارچوں اور عوامی سیاسی جدوجہد کے طریقہ کار کو اپنانے کا اقدام بھی قابل ستائش اور سب کے لیے مشعلِ راہ ہے۔اس سے آگے کا قدم قوم پرستی کے نظریات سے چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے کمیونزم کے نظریات کے تحت خطے کی دیگر عوامی تحریکوں سے جڑت

بنانا اور سرمایہ داری کے خاتمے کی جدوجہد کے رستے پر چلنا ہے۔اسی رستے پر چلنے سے قومی نجات کی منزل حاصل ہوگی اور ہماری پارٹی اس میں اپنا کردار لازمی ادا کرے گی۔

پشتون عوام کی ایک مزاحمتی عوامی تحریک بھی گزشتہ کئی سالوں سے جاری ہے اور بدترین ریاستی جبر، قتل وغارت، گرفتاریوں اور دیگر پابندیوں کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔اس تحریک میں مختلف اوقات میں لاکھوں افراد نے شرکت کی ہے اور دہشت گردی،فوجی آپریشنوں، ریاستی جبر اور قومی وسائل کی لوٹ مار کیخلاف احتجاج کیا ہے۔اس تحریک نے بھی ماضی کی قوم پرست پارٹیوں اور بڑے بڑے لیڈروں کو رد کرتے ہوئے نئی قیادت کو تراشا ہے۔اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ریاستی اداروں پر انحصار کرنے کی بجائے خودرو انداز میں کمیٹیوں کا قیام ایک اہم اور آگے کا قدم ہے۔اسی طرح اس تحریک میں خواتین کا کردار اور نوجوانوں کی بڑے پیمانے پر شمولیت واضح کرتی ہے کہ سماج کے یہ حصے بنیادی تبدیلی کے عمل سے گزر رہے ہیں اور اس کا اظہار اس تحریک کے گرد ہونے والے احتجاجی مظاہروں میں ہوتا ہے۔لیکن اس تحریک کو بھی قوم پرستی کے فرسودہ نظریات کے تحت محدود اور مقید کیا جا رہا ہے اور اس کی قیادت ان نظریات کے تحت تحریک کے دشمنوں سے گلے مل رہی ہے۔قوم پرستی کے تنگ نظر نظریات کے تحت عوام کی جانب سے بار بار رد ہونے والی سیاسی اور مذہبی قیادتوں اور عوام دشمن قوتوں کو تحریک پر مسلط کیا جاتا ہے اور تحریک کو زائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔لیکن تحریک میں موجود عام افراد نے قیادت کی ان بھیانک غلطیوں کے باوجود تحریک کو جاری رکھا ہے اور اسے خطے کے دیگر عوام کی تحریکوں سے جوڑنے کی کوششیں بھی کی ہیں۔آنے والے عرصے میں ایسی مزید تحریکیں ابھرنے کے امکانات موجود ہیں اور انقلابی کمیونزم کے نظریات کے تحت انہیں کامیابی کے ساتھ دیگر تحریکوں کے ساتھ بھی جوڑا جا سکتا ہے۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی اس عمل میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے مظلوم اقوام کو پاکستانی ریاست کے جبر سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا سکتی ہے۔

قوم پرستی کے نظریات نے سندھ کی عوامی تحریکوں کو بھی نقصان پہنچایا ہے اور وہاں پر محنت کشوں کی طبقاتی یکجہتی کو توڑنے کے لیے حکمران طبقات نے قوم پرست قوتوں کو استعمال بھی کیا ہے۔پیپلز

پارٹی گزشتہ ڈیڑھ دہائی سے زائد عرصے سے یہاں پر برسر اقتدار ہے اور یہاں کے وسائل کو لوٹ کر حکمرانوں کی تجوریوں میں بھر رہی ہے جبکہ سندھ کے عوام بدترین غربت، محرومی اور ذلت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس پارٹی کی عوامی حمایت ختم ہو چکی ہے اور اب وہ اسٹیبلشمنٹ کی بیساکھیوں اور مقامی عوام دشمن اور جرائم پیشہ افراد کی وجہ سے سماج پر مسلط ہے۔ آنے والی انقلابی تحریک اس پارٹی کا یہاں سے صفایا کر دے گی اور اس کی جگہ انقلابی پروگرام رکھنے والی نئی سیاسی قوت کو ابھرنے کا موقع ملے گا۔ یہاں کی قوم پرست پارٹیاں پیپلز پارٹی کی جگہ عوامی حمایت نہیں لے سکیں اور حکمران طبقے کا آلہ کار بن چکی ہیں۔ ماضی میں سماج کے کچھ حصوں میں ان کی اگر کچھ حمایت تھی تو وہ بھی مجرمانہ غداریوں اور حکمرانوں کی کٹھ پتلی بننے کے باعث ختم ہو چکی ہے۔

ایم کیو ایم بھی گزشتہ کئی دہائیوں سے وفاقی حکومتوں کا مسلسل حصہ رہی ہے اور عوام پر ڈھائے جانے والے تمام مظالم میں برابر کی شریک رہی ہے یہی وجہ ہے کہ آج سندھ کے مہاجروں میں اس کی حمایت ختم ہو چکی ہے۔ اس صورتحال میں جہاں کئی دہائیوں سے مسلط رجعتی اور عوام دشمن قوتیں کمزور ہو رہی ہیں وہاں حکمران عوام کو قومی، لسانی اور فرقہ وارانہ فسادات میں دھکیلنے کے نئے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اس صورتحال میں تازہ دم انقلابی قوتوں کے ابھرنے کے امکانات بھی بڑے پیمانے پر موجود ہیں۔ انقلابی کمیونزم کے نظریات کے تحت ہی ان عوام دشمن قوتوں کا مکمل صفایا کیا جا سکتا ہے۔

جہاں قوم پرستی کے نظریات متروک ہو رہے ہیں وہاں سندھ سے لے کر گلگت تک اور کشمیر سے لے کر گوادر تک پاکستان میں مظلوم قومیتوں پر جبر بڑھتا جا رہا ہے اور نظام کا بحران ان علاقوں کے عوام کو احتجاج کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ درحقیقت اس ریاست کا جنم ہی بنگال اور پنجاب کی مذہبی بنیادوں پر خونی تقسیم سے ہوا تھا اور بٹوارے کے یہ زخم آج بھی رِس رہے ہیں۔ مصنوعی بنیادوں پر موجود یہ ریاست کبھی بھی ایک مستحکم سرمایہ دارانہ ریاست نہیں بن سکی اور مسلسل انتشار کا شکار رہی ہے۔

درحقیقت مذہبی فسادات میں جنم لینے والی اس ریاست کو سات دہائیوں بعد بھی قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک انتشار کی فضا قائم رکھی جائے اور مذہبی، قومی، لسانی اور ثقافتی جبر اور تنازعات

بھڑکتے رہیں۔اس لیے اگر کسی امن کے خواہاں شخص کو لگتا ہے کہ فلاں پارٹی یا شخص کے برسراقتدار آنے یا کسی اہم ریاستی عہدے پر براجمان ہونے سے ملک میں امن ہو جائے گا، مذہبی فسادات ختم ہو جائیں گے،قومی جبر ختم ہو جائے گا یا انڈیا سے صلح ہو جائے گی تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ جب تک یہ نظام موجود ہے اور برطانوی سامراج کی پالیسیوں پر گامزن یہ ریاست اور حکمران موجود ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا اور ہر آنے والا حکمران ان تنازعات کو عوام کو تقسیم کرنے کے لیے مزید بھڑکائے گا،قتل و غارت پھیلائے گا اور اس انتشار کے ہی تحت سرمایہ دار طبقے کی یہاں پر جاری لوٹ مار کو تحفظ دے گا۔آئینی ترامیم، چند قوانین کے خاتمے یا چند اصلاحات سے اس نظام اور ریاست کا بنیادی کردار تبدیل نہیں ہوگا بلکہ ہر بظاہر ترقی پسند نظر آنے والا آئینی اور قانونی اقدام بھی حقیقت میں زیادہ رجعتیت اور بنیاد پرستی کو فروغ دے گا۔

ملک میں موجود مذہبی پارٹیوں کی تشکیل اور پروان چڑھانے کا عمل بھی اسی تسلسل کا حصہ ہے اور برطانوی سامراج کے دور سے آج تک اسی طرز پر جاری ہے۔ان پارٹیوں کو کبھی بھی وسیع عوامی مقبولیت نہیں حاصل ہو سکی اور عوام نے کئی دفعہ تحریکوں میں انہیں رد بھی کیا ہے۔لیکن حکمرانوں کی پشت پناہی اور سرمایہ دار طبقے کے وسائل سے یہ دوبارہ نئے ناموں سے سامنے آ جاتی ہیں اور حکمرانوں کے ایجنڈے کو عوام پر مسلط کرتی ہیں۔عوامی حمایت کی عدم موجودگی کے باوجود ریاستی پشت پناہی سے ان کو پروان چڑھایا جاتا ہے اور مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ انتخابات میں ان کو سیٹیں دلوانے سے لے کر ان کے سرکاری آشیر باد سے اجتماعات کروانے تک اور ان کو مسلح تربیت دینے سے لے کر ان کو عدالتی اور قانونی تحفظ دینے تک تمام اقدامات اسی پالیسی کا حصہ ہیں۔درحقیقت ملک میں ہونے والی دہشت گردی کی اکثر کاروائیوں میں اب ریاستی پشت پناہی کے ثبوت بھی مل چکے ہیں اور واضح ہو چکا ہے کہ ریاستی اداروں کی آشیر باد کے بغیر یہ کاروائیاں ممکن نہیں۔حکمران طبقات آنے والے عرصے میں بھی عوامی تحریکوں کو کچلنے کے لیے ان عناصر کو استعمال کریں گے اور عوام کے انتہائی حساس مذہبی عقائد کو اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے استعمال کرنے کے لیے ان رجعتی درندوں کو کھلا چھوڑیں گے۔لیکن اس ملک کی عوامی

تحریکوں نے ان عوام دشمن قوتوں کا مقابلہ پہلے بھی بخوبی کیا ہے اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔

کشمیر اور گلگت بلتستان

انقلابی کمیونسٹ پارٹی پاکستان کے طول وعرض کے علاوہ اس ریاست کے زیر کنٹرول علاقوں میں بھی انقلاب کی جدوجہد جاری رکھے گی اور ان خطوں کے انقلابی کارکنان کو بھی پاکستان کے کارکنان کے ساتھ جمہوری مرکزیت کے اصول کے تحت منظّم کرے گی۔ انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کا حصہ ہوتے ہوئے ہماری پارٹی کسی ایک ملک، خطے یا براعظم کی پارٹی نہیں بلکہ پوری دنیا کے محنت کش طبقے کو یکجا کرنے کی جدوجہد کرنے والی انٹرنیشنل پارٹی ہے۔ اس انٹرنیشنل کے تحت پوری دنیا میں سرمایہ داری کے خاتمے کے لیے جدوجہد جاری ہے اور ایک عالمی سوشلسٹ انقلاب ہی ہماری حتمی منزل ہے۔ اسی تسلسل میں انقلابی کمیونسٹ پارٹی پاکستان اور اس کے زیر کنٹرول علاقوں میں سوشلسٹ انقلاب کی جدوجہد کو منظّم کرتے ہوئے جمہوری مرکزیت کے اصولوں کے تحت ڈھانچہ ترتیب دے گی۔

کشمیر کی آزادی کی جدوجہد بھی سوشلسٹ انقلاب برپا کیے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ گزشتہ سات دہائیوں کی تاریخ سے اگر کوئی سبق حاصل کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ قوم پرستی اور اسلامی بنیاد پرستی کے نظریات مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں اور ان کے تحت اس خطے کو آزاد نہیں کروایا جاسکتا۔ اسی طرح اقوام متحدہ کی قرار دادیں، یورپی یونین اور دیگر سامراجی طاقتوں کی حمایت یا پاکستان کے حکمرانوں کی اپنے سامراجی عزائم کے لیے لگائی جانے والی بڑھکوں کی حقیقت بھی عوام پر واضح ہو چکی ہے۔ درحقیقت کشمیر کی آزادی کے نام پر پاکستان کے حکمرانوں نے جہاں کشمیریوں کو لوٹا ہے اور اپنے زیر کنٹرول علاقے پر اپنا تسلط قائم رکھا ہے وہاں پاکستان کے عوام کو بھی بیرونی جنگ کے خطرات کے تحت خوفزدہ بھی رکھا ہے اور لوٹا بھی ہے۔

کشمیر میں قائم نام نہاد آزاد جموں کشمیر ریاست کو ریاست پاکستان نے اکتوبر 1947ء میں محض

دنیا کو دھوکہ دینے کیلئے پاکستان کے زیر کنٹرول کشمیر میں ایک آزاد حکومت کا مصنوعی تصور دیا تھا لیکن درحقیقت خطہ کشمیر کو شروع دن سے ایک کالونی کے طور پہ چلایا جا رہا ہے۔اس آزاد ریاست کی اصلیت حالیہ عوامی تحریک میں ایک بار پھر سامنے آ گئی ہے کہ یہ نام نہاد آزاد حکومت کس قدر بے بس اور لاچار ہے جبکہ کشمیر کی سامراجی تقسیم کا خاتمہ اور جموں کشمیر کی حقیقی خودمختاری اور آزادی برصغیر میں سوشلسٹ فیڈریشن کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

دوسری طرف ہندوستان کے حکمران طبقے کے ظلم اور جبر بھی بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور مودی کے اگست 2019ء کے ظالمانہ اقدام کے بعد بھارتی مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت بھی ختم ہو چکی ہے۔اس کے بعد سے وہاں ایک مسلسل ایمرجنسی کی صورتحال ہے لیکن اس کے باوجود آزادی کی تحریک کو کچلا نہیں جا سکا اور وہ ایک یا دوسری شکل میں اپنا اظہار کرتی رہتی ہے۔اس تحریک کو بھی ہندوستان کے مزدور طبقے کی عمومی تحریک کے ساتھ جڑنے کی ضرورت ہے جبکہ یہاں انقلابی کمیونسٹ کشمیر کی تحریک آزادی کو پاکستان کے محنت کش عوام کی جدوجہد کے ساتھ جوڑ رہے ہیں۔

حال ہی بجلی اور آٹے کی قیمتوں میں اضافے کیخلاف ابھرنے والی تحریک نے پورے پاکستان میں ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا ہے اور جس طرح دریا کا پانی پہاڑوں سے اتر کر میدانوں میں موجود فصلوں کو سیراب کرتا ہے اسی طرح 'آزاد' کشمیر کی عوامی ایکشن کمیٹی کی کامیاب تحریک نے پاکستان کے عوام کے ذہنوں کو سیراب کیا ہے اور ان میں انقلاب کے بیج بوئے ہیں۔آنے والے عرصے میں یہ انقلابی خیالات تناور درخت بنیں گے اور اس ملک میں انقلاب کی نئی فصل تیار ہو گی۔

گلگت بلتستان کا خطہ بھی پاکستانی ریاست کے ظلم اور جبر کا شکار ہے اور یہاں بھی پاکستان کی ریاست وسائل کی بے دریغ لوٹ مار کر رہی ہے جبکہ عوام کو قومی محرومی کے ساتھ ساتھ بھوک، بیماری اور ذلت میں دھکیلا جا رہا ہے۔پانچ ممالک کے سنگم پر واقعہ یہ خوبصورت خطہ معدنی دولت سے مالا مال ہے لیکن اس نظام کے تحت یہاں کے عوام بدترین زندگیاں گزارنے پر مجبور ہیں۔ صحت اور تعلیم کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں اور بیروزگاری بڑھتی جا رہی ہے جس کے باعث نوجوان بڑے پیمانے پر ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔بجلی، پینے کا پانی اور دیگر بنیادی سہولیات

ناپید ہیں اور عوام سخت موسموں میں انتہائی مشکل سے گزر بسر کرتے ہیں۔
نومبر 1947ء میں ریاست پاکستان نے غیر اعلانیہ طور پہ گلگت بلتستان کو اپنے انتظامی کنٹرول میں لے لیا تھا اور پچھلے 77 سالوں سے ریاست پاکستان نے گلگت بلتستان کو اپنے شکنجے میں رکھتے ہوئے یہاں کے عوام کو ایک جدید نوآبادیاتی نظام کے شکنجے میں جکڑ کے رکھا ہوا ہے۔ یہاں کے عوام کو تمام بنیادی انسانی جمہوری معاشی اور سیاسی حقوق سے مکمل محروم رکھا گیا ہے اور یہاں کے تمام اندرونی معاملات ایک ایگزیکٹیو آرڈر 2018ء کے تحت چلاتے ہوئے یہاں کے وسیع معدنی وقدرتی وسائل دولت کو سرمایہ دار کمپنیوں کے ہاتھوں اونے پونے داموں بندر بانٹ کر رہے ہیں۔گلگت بلتستان میں جی بی گورنمنٹ آرڈر 2018ء کی بنیاد پہ ریاست پاکستان نے یہاں ایک نمائشی اسمبلی اور ڈمی حکومت بھی قائم کر رکھی ہے۔ ریاست پاکستان اس ڈمی حکومت کی آڑ میں یہاں کی عوام کی قسمتوں کی مالک بنی ہوئی ہے اور مقامی عوام کی طرف سے اس ظلم و جبر اور استحصال کے خلاف آواز بلند کرنے پہ انتہائی ظالمانہ اور سفاکانہ طریقے سے ان عوامی احتجاجوں کو دبا دیا جاتا ہے۔عوامی تحریکوں کو دبا کر نوآبادیاتی کنٹرول برقرار رکھنے کیلئے یہاں ریاست نے بار بار فرقہ وارانہ بنیادوں پر فسادات کروائے ہیں۔ جب یہاں کے عوام نے اپنی مزاحمت کے ذریعے فرقہ واریت کے نوآبادیاتی کھیل کو ناکام بنایا تو اب انسداد دہشت گردی ایکٹ اور سائبر جرائم ایکٹ جیسے جابرانہ قوانین کے ذریعے نوجوانوں پہ بے بنیاد مقدمے بنا کر انہیں اپنے بنیادی حقوق کی جدوجہد سے روکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ ماحولیاتی تبدیلی جہاں پورے خطے کو بری طرح متاثر کر رہی ہے وہاں گلگت بلتستان سب سے زیادہ متاثر ہو رہا ہے۔گلیشیئر پگھل رہے ہیں، موسم کی سختی بڑھ رہی ہے، حیوانات اور نباتات متاثر ہو رہے ہیں اور پورے خطے کی آبادی قدرتی آفات کے خطرات سے دوچار ہے۔درحقیقت اس خطے میں ماحولیاتی تبدیلی ایک اہم مسئلہ ہے جس کا سرمایہ دارانہ بنیادوں پر کوئی حل موجود نہیں۔ یہ مسئلہ بھی واضح کرتا ہے کہ کسی ایک ملک کی حدود میں رہتے ہوئے مسائل کو حل نہیں کیا جا سکتا اور ان کے لیے ایک عالمی سطح کی جدوجہد کی ضرورت ہے۔اس نظام کی

موجودگی میں گلگت بلتستان سمیت پورے خطے میں سیلابوں اور دیگر قدرتی آفات کی تباہی کے امکانات موجود ہیں۔ پہلے ہی پاکستان میں ہیٹ ویو، سمندری طوفان، طوفانی بارشیں، وبائیں اور دیگر آفات کئی زندگیوں کو تباہ کر چکی ہیں اور ان سے بچاؤ کے لیے آئندہ بھی کوئی حکمت عملی موجود نہیں۔ بلکہ جنگلات کی کٹائی سے لے کر زرخیز زرعی زمینوں پر قبضے کر کے لاکھوں ایکڑ ہاؤسنگ سوسائٹیاں بنانے تک ہر قسم کے جارحانہ اقدامات کیے جا رہے ہیں جن سے ماحول کو مزید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایسے میں اس مسئلے کا حل بھی اس سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے سے ہی جڑا ہوا ہے۔

گلگت بلتستان کی قومی محرومی کا خاتمہ بھی اس نظام کے خاتمے سے جڑا ہے اور یہاں پر موجود عوامی تحریکوں کو پاکستان اور دیگر خطوں کی عوامی تحریکوں سے جوڑتے ہوئے انقلابی بنیادوں پر منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے انقلابی کمیونسٹ پارٹی اپنا فعال کردار کرے گی۔

مزدور تحریک اور انقلاب کا تناظر

اس وقت ملک میں مزدور طبقے پر بدترین حملے کیے جا رہے ہیں۔ ان سے یونین کا حق تو عملی طور پر کب کا چھینا جا چکا ہے اب ان سے پنشن، مستقل روزگار، کام کے مخصوص اوقات کار اور اجرتوں کی بروقت ادائیگی کا حق بھی چھین لیا گیا ہے۔ اکثر اداروں میں تین سے چھ مہینے کی اجرتیں واجب الادا ہیں اور اجرتیں ہڑپ کر کے مزدوروں کو ادارے سے نکالنا اب معمول بن چکا ہے۔ یعنی مزدور کی محنت اتنی سستی ہو چکی ہے کہ وہ صرف تنخواہ ملنے کی امید پر ہی کئی مہینے کام کرتا رہتا ہے۔ دوسری طرف سرمایہ دار اجرتوں کو کم ترین سطح سے نیچے لاتے لاتے اب کئی جگہوں پر طویل عرصہ بغیر اجرت کے کام بھی کرواتے ہیں۔ اسی طرح کام کے اوقات کار آٹھ گھنٹے سے سولہ گھنٹے تک پہنچ چکے ہیں جبکہ ہفتہ وار چھٹی کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ عوامی اداروں اور سرکاری محکموں میں بھی نجکاری اور ڈاؤن سائزنگ کے بدترین حملے کیے جا رہے ہیں اور صحت اور تعلیم جیسے بنیادی شعبہ جات کی بھی تیزی سے نجکاری کی جا رہی ہے۔

اس صورتحال میں مزدور تحریک کی قیادتوں کے پاس کوئی لائحہ عمل نہیں اور وہ حکمران طبقے کے اشاروں پر چلتے ہیں اور اگر مزاحمت کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے پاس واضح نظریات اور سیاسی پلیٹ فارم موجود نہیں۔ ایسے میں انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا قیام ملک کی مزدور تحریک کے لیے ایک اہم سنگ میل ہے۔

ہمارا مقصد جہاں اجرتوں کی ادائیگی اور اضافے کی لڑائی لڑنا اور فوری مطالبات کے گرد تحریک کو منظّم کرنا ہے وہاں مزدور تحریک میں یہ نظریات پھیلانا ہماری اولین ترجیح ہے کہ اس نظام کی خاتمے کی جدوجہد ہی ہر مزدور کی حتمی منزل ہونی چاہیے۔ ہر احتجاج، ہڑتال اور مظاہرے میں جہاں فوری مطالبات کی حمایت کرنی ہے وہاں اس نکتے پر زور دینا ہے کہ تمام مسائل کی جڑ سرمایہ دارانہ نظام ہے اور اس کو ختم کرنے کے لیے مزدور طبقے کو اپنا تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا۔

اس ملک میں سوشلسٹ انقلاب کی قیادت مزدور طبقہ ہی کرے گا جبکہ سماج کی دیگر مظلوم پرتیں اور عوام اس طبقے کی قیادت میں ہی سرمایہ دار طبقے کیخلاف فیصلہ کن لڑائی لڑیں گے۔ مزدور طبقے کا یہ تاریخی کردار اسے اس نظام میں موجود اس کی طبقاتی حیثیت نے ہی عطا کیا ہے۔ ذرائع پیداوار کے ساتھ اس نظام میں اس کا سماجی تعلق ہی اسے یہ کردار ودیعت کرتا ہے اور ایک انقلاب کے بعد ان ذرائع پیداوار کو اجتماعی ملکیت میں لیتے ہوئے مزدور ریاست کے قیام اور تعمیر میں بھی مزدور طبقہ ہی قائدانہ کردار ادا کرتا ہے۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی اسی نظریے کے تحت مزدور طبقے کی اکثریت کی حمایت کے ساتھ ہی انقلاب کی قیادت حاصل کرے گی اور انقلابی کمیونزم کے نظریات کے تحت اپنا سیاسی پروگرام عوام کی وسیع تر پرتوں میں پھیلاتے ہوئے انقلاب کی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کرے گی۔ اس ملک کے مزدور اگر ایک ملک گیر عام ہڑتال کا آغاز کر دیں تو ملک کا پہیہ جام ہو سکتا ہے۔ عام ہڑتال میں ٹرینیں، ہوائی جہاز اور بندرگاہوں کی تمام تر حرکت بند ہو جائے گی، بجلی اور ٹیلی فون سمیت تمام خدمات کے شعبے سکتے میں آجائیں گے، تمام صنعتی پیداوار کا پہیہ رک جائے گا اور پورے سماج کی حرکت قلب بند ہو جائے گی۔ اس عام ہڑتال میں جہاں حکمران طبقے کا اقتدار لرزنے لگے گا وہاں مزدور

طبقے کو اپنی طاقت کا احساس بھی ہوگا کہ وہی اس سماج کو حقیقی طور پر چلاتے ہیں۔ اگر وہ اس کو بند کر سکتے ہیں تو اسے اپنی مرضی سے چلا بھی سکتے ہیں۔ وہاں پر اقتدار کا سوال واضح طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے اور انقلاب کا فیصلہ کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ اس موقع پر اگر انقلابی کمیونسٹ پارٹی عوام کی اکثریت کی حمایت لیتے ہوئے سرمایہ داری کے خاتمے کا اعلان کرتی ہے تو انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے۔ یقیناً یہ تمام عمل مختلف تضادات، سیاسی پیچیدگیوں اور دشمنوں کے حملوں کے نتیجے میں کبھی بھی سیدھی لکیر میں نہیں رونما ہوگا لیکن ایسی عمومی صورتحال یہاں پہلے بھی جنم لے چکی ہے اور آئندہ بھی اس سے ملتی جلتی صورتحال ابھرنے کے امکانات موجود ہیں۔

اس حوالے سے ملک کے نوجوانوں کا کردار بھی انتہائی اہم ہے جو اس وقت اس نظام کی تباہی کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔ یہ نئی نسل ایک ایسے عہد میں جوان ہوئی ہے جب ان کے سامنے زندگی گزارنے کے رستے مسدود ہوتے جا رہے ہیں اور صرف انقلاب ہی ایک متبادل کے طور پر باقی بچتا جا رہا ہے۔ اس نوجوان نسل پر سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع سے انقلاب دشمن نظریات کے حملے بھی جاری ہیں اور نوجوانوں کو بیگانگی، جرائم، منشیات اور دیگر غیر سیاسی سرگرمیوں میں دھکیل رہے ہیں۔ لیکن جب یہ نسل انقلابی صورتحال میں داخل ہوگی تو اس کا سیاسی شعور عمومی طور پر ماضی کی تمام نسلوں سے بلند ثابت ہوگا اور وہ مزدور طبقے کی قیادت میں انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گی۔ درحقیقت پاکستان کی آبادی کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل ہے اور مزدور طبقے کی اکثریت بھی نوجوان ہی ہیں گو کہ اکثر تعلیم کے زیور سے محروم رہے ہیں۔

ان نوجوانوں اور محنت کشوں میں خواتین کا تناسب بھی نصف کے قریب ہے۔ یہ خواتین بھی اس سماج میں دہرے اور تہرے ظلم اور استحصال کا شکار ہیں۔ وہ اس سماج کی سب سے مظلوم پرت ہیں اور جہاں مالیاتی بحران ان کی صحت اور تعلیم پر اخراجات میں کٹوتی پر منتج ہوتے ہیں وہاں ہر رجعتی اور عوام دشمن قوت خواتین پر جبر میں اضافے سے اپنا آغاز کرتی ہے۔ کابل میں طالبان کی وحشت کے دوبارہ مسلط ہونے کے بعد سب سے زیادہ مظالم خواتین پر ہی کیے گئے ہیں۔ یہاں پر بھی قانون، سیاست، مذہبی لیڈر یا کرائے کے دانشور اپنے جبر کا سب سے پہلا شکار خواتین کو ہی

کرتے ہیں۔ اس نظام کا خاندانی نظام بھی زوال پذیر ہے اور ٹوٹ رہا ہے ۔ اس زوال میں خاندان کے اندر بھی خواتین پر جبر میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔اس ملک میں آنے والے انقلاب کی کامیابی کا سب سے بڑا پیمانہ یہی ہوگا کہ اس میں یہاں کی سب سے مظلوم پرتیں سب سے بڑی تعداد میں شریک ہوں۔ درحقیقت روس کے 1917ء کے انقلاب کا آغاز محنت کش خواتین کے احتجاجی مظاہروں سے ہی ہوا تھا، وہاں بھی خواتین اسی طرح کے حالات کا شکار تھیں۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی خواتین پر صنفی جبر کے خاتمے کی جدوجہد کو تیز کرے گی اور یہاں پر سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کرتے ہوئے خواتین پر جبر سمیت ہر قسم کے صنفی و جنسی جبر کا خاتمہ کرے گی اور ان کو اس دہرے جبر سے ہمیشہ کے لیے نجات دلائے گی۔

دستاویز نمبر 2

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے پاس عوامی مسائل کا کیا حل ہے؟

سوشلسٹ انقلاب کے بعد کا پاکستان کیسا ہوگا؟ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے پاس پاکستان کو درپیش غربت، مہنگائی، بیروزگاری، پسماندگی، لاعلاجی، ناخواندگی، بے گھری، بیرونی و داخلی قرضہ جات، جابر نیم نو آبادیاتی ریاستی ڈھانچے، زرعی مسئلے، ماحولیاتی تباہی، قومی جبر اور صنفی جبر جیسے مسائل کا کیا حل ہے؟ جیسا کہ ان مسائل کی نوعیت سے ہی واضح ہے کہ ان کو حل کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر وسائل چاہیئے ہوں گے لہذا کوئی بھی سمجھدار قاری آغاز میں ہی یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ کیا پاکستان کے پاس اتنے وسائل موجود ہیں؟ اسی لئے بحث کو آگے بڑھانے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ 25 کروڑ کی آبادی رکھنے والا یہ سماج کتنی دولت پیدا کرتا ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کی لوٹ مار اور استحصال کے نتیجے میں کس طرح یہ تمام دولت مٹھی بھر ملکی و غیر ملکی سرمایہ داروں، فوجی و سول ریاستی اشرافیہ اور عالمی مالیاتی اداروں کی تجوریوں میں چلی جاتی ہے۔ یہاں ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ ہم پاکستان کی معاشی تفصیلات میں جائیں لیکن چند ایک موٹے موٹے اعداد و شمار ہی یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اصل مسئلہ وسائل کی کمی نہیں بلکہ سرمایہ دارانہ نظام، حکمران سرمایہ دار طبقے اور اس کی پروردہ ریاست کا طبقاتی استحصال اور لوٹ مار ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مالی سال 2024ء میں حکومت پاکستان نے آئی ایم ایف کے احکامات پر عوام کی ہڈیاں نچوڑ کر 9300 ارب روپے کا ٹیکس اکٹھا کیا ہے۔ یاد رہے کہ اس ٹیکس آمدن کا دو تہائی محنت کش عوام کی پیٹھ پر لادے گئے بالواسطہ ٹیکسوں سے آتا ہے جبکہ بقیہ ایک تہائی براہ

راست ٹیکسوں پر مشتمل ہے، جس کا غالب حصہ بھی تنخواہ دار درمیانے طبقے اور چھوٹے کاروبار پر عائد کردہ براہ راست ٹیکس سے اکٹھا ہوتا ہے۔ لیکن اصل ظلم تو یہ ہے کہ اسی مالی سال 2024ء میں حکومت نے 8300 ارب روپے ان بیرونی و داخلی قرضوں کے اصل زر اور سود کی ادائیگیوں پر خرچ کیے جو نہ تو پاکستان کے محنت کش عوام نے لئے اور نہ ہی کبھی ان پر خرچ ہوئے۔ اسی طرح حال ہی میں منظر عام پر آنے والی ایک رپورٹ کے مطابق حکومت نے پچھلی ایک دہائی میں آئی پی پیز (جن میں زیادہ تر نجی پاور پلانٹس اور کارپوریٹ طرز پر چلنے والے کچھ پبلک سیکٹر پاور پلانٹس دونوں شامل ہیں) کو کپیسٹی پیمنٹس (یعنی اس بجلی کی مد میں ادائیگی جو ان آئی پی پیز نے کبھی بنائی ہی نہیں) کی صورت میں 8344 ارب روپے کی ادائیگی کی جو کہ کرنٹ ڈالر ایکسچینج ریٹ پر تقریباً 30 ارب ڈالر کی رقم بنتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ رقم نام نہاد گیم چینجر منصوبے سی پیک (درحقیقت چینی ایسٹ انڈیا کمپنی) کی مد میں اسی عرصے میں ہونے والی براہ راست بیرونی سرمایہ کاری سے زیادہ ہے۔ یاد رہے کہ رواں مالی سال 2025ء میں عوام کو لوٹ کر ان آئی پی پیز کو کپیسٹی پیمنٹس کی مد میں 2800 ارب روپے کی ادائیگی کی جائے گی جس کا ایک غالب حصہ نجی سرمایہ کاروں کی تجوریوں میں جائے گا۔ اسی طرح سال 2023ء میں جہاں ایک طرف عوام کا معاشی قتل عام ہو رہا تھا وہیں کراچی اسٹاک ایکسچینج میں لسٹڈ بنکوں سمیت 83 بڑی کارپوریٹ کمپنیوں نے 1660 ارب روپے کا منافع کمایا اور یہ ابھی ان کے خود کے دیے گئے اعداد و شمار ہیں جبکہ حقیقی منافع خوری تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہوگی۔ ابھی چند سال قبل 2021ء میں منظر عام پر آنے والی یو این ڈی پی کی این ایچ ڈی آر رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ حکومت پاکستان سرمایہ داروں، بنکاروں، بڑے تاجروں، جاگیرداروں، جرنیلوں، ججوں، سول افسر شاہی وغیرہ کو کل ملا کر 2700 ارب روپے سالانہ کی معاشی مراعات (مفت یا سستی سرکاری زمین، سستی بجلی و قرضہ جات، ٹیکس چھوٹ وغیرہ) سے نوازتی ہے اور یقیناً اب تک ان مراعات میں مزید اضافہ ہو چکا ہو گا۔ اسی طرح سال 2023ء کے دستیاب اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں آپریٹ کرنے والے دس بڑے نجی بنکوں کے اثاثہ جات کی کل مالیت 100 ارب ڈالر سے زائد تھی۔ یاد رہے کہ

نجی بنک اور آئی پی پیز پاکستان کے کارپوریٹ سیکٹر میں سب سے زیادہ لوٹ مار اور منافع خوری کرنے والے شعبے ہیں۔اسی طرح (بنکاری کے علاوہ) رئیل اسٹیٹ، لارج اسکیل مینوفیکچرنگ ،مائننگ اور انشورنس سمیت فوجی اسٹیبلشمنٹ کی عسکری کاروباری سلطنت کی کل مالیت کا تخمینہ بھی کم از کم 40 ارب ڈالر ہے۔

اگر ریاست پاکستان کے غیر پیداواری اخراجات کی بات کی جائے تو اس میں سرفہرست فوجی اخراجات ہیں (جن کا ایک قابل ذکر حصہ جرنیلی اشرافیہ کی مراعات اور کرپشن کی نظر ہو جاتا ہے) جن کی مد میں مالی سال 2024ء میں 2700 ارب روپے خرچ گئے (فوجی پنشنوں ،اسلحہ خریداری، سپلیمنٹری گرانٹس اور متفرق اخراجات سمیت) حالانکہ یہ فوج پچھلی دو دہائیوں میں اپنی ہی نام نہاد اسٹریٹیجک ڈیپتھ پالیسی کی پیداوار مٹھی بھر دہشت گردوں کا خاتمہ کرنے میں بھی ناکام رہی ہے۔اسی مالی سال کے دوران سول پولیس کے اخراجات 525 ارب روپے رہے (پنشن کے علاوہ) جبکہ سول آرمڈ فورسز پر بھی سینکڑوں ارب روپے خرچ کیئے گئے حالانکہ پاکستان میں ہونے والے غیر قانونی دھندوں میں سب سے زیادہ یہی ادارے ملوث ہیں۔مزید برآں ہر سال کتنے ہزار ارب روپے سول افسر شاہی،عدلیہ اور سیاسی حکومت کے نام نہاد رنگ اخراجات،عیاشیوں اور کرپشن کی نظر ہو جاتے ہیں،اس کا کوئی حساب ہی نہیں۔یہاں یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ حتمی تجزیئے میں ایک سرمایہ دارانہ ریاست کی فوج، پولیس،خفیہ ایجنسیوں،عدلیہ،سول افسر شاہی اور سیاسی حکومت کا فریضہ سرمایہ دارانہ نظام اور سرمایہ دار طبقے کی نجی ملکیت اور منافع خوری کا مسلح تحفظ کرنا ہوتا ہے یعنی ان تمام مدوں میں ہونے والے اخراجات کا عوام کی فلاح و بہبود کیساتھ دور دور تک کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

اب اگر ہم اوپر دیے گئے تمام اعداد و شمار کو سمیٹتے ہوئے ایک کلیت میں دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کے کروڑوں محنت کش عوام دن رات کی محنت سے بے تحاشہ دولت پیدا کرتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے سرمایہ دارانہ نظام کے تحت ان کی پیدا کردہ یہ تمام دولت ان سے چھن کر چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے جبکہ وہ اسی غربت و ذلت کی چکی میں پستے رہتے ہیں۔لیکن اگر ایسا نہ ہو اور یہ

تمام دولت اپنے پیدا کاروں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ ہو تو صورتحال بالکل مختلف ہو گی۔آیئے اب بات کرتے ہیں کہ ایک سوشلسٹ انقلاب کے بعد انقلابی کمیونسٹ پارٹی کون سے ایسے اقدامات کرے گی جس سے اس پورے خطے کی کایا پلٹ جائے گی اور امیر اور غریب کی طبقاتی تفریق پر مبنی نظام ختم ہو جائے گا۔

1۔مزدور ریاست کا قیام

ایک سوشلسٹ انقلاب کے ذریعے سرمایہ دارانہ ریاست اور اس کے تمام انتظامی،قانونی،فوجی ڈھانچے اور اداروں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا۔انقلاب کے دوران گلی محلوں سے لیکر فیکٹریوں،ملوں،کھیتوں کھلیانوں،فوجی بیرکوں اور تعلیمی اداروں میں تشکیل پانے والی محنت کشوں،چھوٹے کسانوں،فوج کے عام سپاہیوں،طلبہ اور سماج کی دیگر مظلوم پرتوں کی نمائندہ انقلابی کمیٹیوں (جن میں فوقیت محنت کش طبقے کو حاصل ہو گی) کو نیچے سے لیکر اوپر اور علاقائی سے لیکر مرکزی سطح تک منظّم کرتے ہوئے ایک سوشلسٹ مزدور ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے گا ۔ان انقلابی کمیٹیوں میں منتخب ہونے اور ووٹ دینے کا حق صرف محنت کش عوام کے پاس ہو گا۔ناقص کارکردگی پر ووٹ دہندگان کے پاس کسی بھی منتخب نمائندے یا پوری کمیٹی کو کسی بھی وقت برخاست کرنے کا مکمل اختیار ہو گا۔مزدور ریاست کے کسی بھی اہلکار یا منتخب نمائندے کی تنخواہ یا مراعات کسی بھی صورت ایک ہنر مند مزدور سے زیادہ نہیں ہوں گی۔مزدور ریاست کا کوئی الگ سے افسر شاہانہ انتظامی یا عدالتی ڈھانچہ نہیں ہو گا بلکہ انتظامی فرائض سرانجام دینے،عدل و انصاف فراہم کرنے اور امن و امان قائم رکھنے کی تمام تر ذمہ داری ان منتخب شدہ انقلابی کمیٹیوں کی ہو گی۔یہی انقلابی کمیٹیاں مزدور ریاست کے لئے محنت کش عوام کی خواہشات کے مطابق ایک نیا آئین و قانون بھی مرتب کریں گی جس میں نجی ملکیت اور استحصال کو مکمل طور پر رد کرتے ہوئے محنت کش عوام کی فلاح و بہبود کو اول و آخر اہمیت حاصل ہو گی۔اس آئین کے تحت محنت کش عوام کو

تحریر وتقریر، احتجاج اور انجمن سازی کی مکمل آزادی بھی حاصل ہوگی۔

2۔ذرائع پیداوار پر محنت کش طبقے کی اجتماعی ملکیت اور جمہوری کنٹرول

سرمایہ دارانہ نظام اور طبقاتی استحصال کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ ملک میں موجود تمام ذرائع پیداوار (جیسا کہ فیکٹریاں، آلات پیداوار، بینک، انشورنس، جاگیریں، مائننگ، فزیکل انفراسٹرکچر جیسے کہ آئی پی پیز، وغیرہ) پر ملکی و عالمی سرمایہ دار طبقے کی نجی ملکیت کا خاتمہ کرتے ہوئے انہیں محنت کش طبقے کی اجتماعی ملکیت اور جمہوری کنٹرول میں لے لیا جائے گا۔ منڈی کی معیشت کی منافع خوری پر مبنی انارکی کا خاتمہ کرتے ہوئے محنت کشوں کے جمہوری کنٹرول میں موجود سوشلسٹ معیشت کو منصوبہ بندی کے تحت سماج کی اجتماعی ضروریات پوری کرنے اور عوام کی فلاح بہبود اور تعمیر وترقی کے لئے چلایا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک منصوبہ بند انداز میں جدید صنعت کاری، خاص کر بھاری صنعت کو فروغ دیا جائے گا۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک، اے ڈی بی، چین ،سعودی عرب، پیرس کلب وغیرہ کے قرضوں سمیت تمام سامراجی قرضے مکمل طور پر ضبط کر لئے جائیں گے اور اجتماعی ملکیت میں لئے گئے بنکوں کے چھوٹے کھاتہ داروں کو تحفظ دیتے ہوئے داخلی قرضوں کے ایک بڑے حجم کو بھی ضبط کر لیا جائے گا۔ بجلی، گیس وغیرہ کے شعبوں میں موجود گردشی قرضوں کو بھی ضبط کر لیا جائے گا۔ بیرونی تجارت پر روز اول سے مزدور ریاست کی مکمل اجارہ داری ہوگی جبکہ ملک میں ہول سیل اور ریٹیل تجارت کو بھی وقت کے ساتھ ساتھ منظم محنت کش طبقے کی جانب سے تخلیق کردہ ڈسٹری بیوشن سیٹ اپ کیساتھ تبدیل کر دیا جائے گا۔ ہر شعبے میں مڈل مین کے غیر پیداواری کردار کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔

محنت کش عوام کو تعلیم، علاج، صاف پانی اور رہائش سمیت تمام بنیادی سہولیات زندگی کی مفت اور معیاری فراہمی مزدور ریاست کی ذمہ داری ہوگی۔ کام کے اوقات کار 6 گھنٹے یومیہ ہوں گے اور ہفتہ وار 2 چھٹیاں ہوں گی۔ کام کے اوقات کار میں کمی اور نئی صنعت کاری وسماج کی منصوبہ بند تعمیر

وترقی کے ذریعے بیروزگاری کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔ چائلڈ لیبر پر مکمل پابندی ہوگی۔ منصوبہ بند معیشت کے تحت لازمی سماجی ضروریات کی تکمیل کے بعد ایک طرف تو محنت کش عوام کو سیر وتفریح اور ثقافتی بڑھوتری کے بھرپور مواقع فراہم کئے جائیں گے جبکہ دوسری طرف سائنس وٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

3۔ زراعت

زرعی زمین کی حد ملکیت 12.5 ایکڑ نہری اور 25 ایکڑ بارانی زمین ہوگی۔ اس سے زائد تمام زرعی زمین کو ریاستی ملکیت میں لیتے ہوئے یا تو بے زمین ہاریوں میں کاشت کے لئے بلا معاوضہ تقسیم کر دیا جائے گا یا پھر بڑے ریاستی فارموں کی شکل میں جدید مشینری کے ذریعے زیر کاشت لایا جائے گا۔ چھوٹے اور درمیانے کسانوں کو اجتماعی ملکیت میں لی گئی صنعت کے ذریعے انتہائی سستی بجلی، فرٹیلائیزر اور دیگر زرعی ان پٹس فراہم کی جائیں گی اور انہیں مزدور ریاست کی جانب سے بھر پور تکنیکی سپورٹ فراہم کرتے ہوئے کوآپریٹو فارمنگ کی جانب راغب کیا جائے گا۔ نہری نظام کی تعمیر نو کی جائے گی اور اسے وسعت دی جائے گی۔ آبپاشی کے جدید طریقے رائج کئے جائیں گے تا کہ زراعت میں نہری پانی کا ضیاع کم سے کم ہو۔

4۔ سوشل اور فزیکل انفراسٹرکچر

منصوبہ بندی کے تحت پورے سماج کی ضروریات کے مطابق وافر سوشل اور فزیکل انفراسٹرکچر تعمیر کیا جائے گا۔ تعلیم اور صحت مکمل طور پر مفت ہوں گی اور اس مقصد کے لئے بڑے پیمانے پر ہر سطح کے تعلیمی ادارے کھولے جائیں گے اور ہسپتال وصحت کی دیگر سہولیات تعمیر کی جائیں گی۔ سماجی ضروریات کے مطابق نئی رہائش گاہوں کی تعمیر کے ذریعے بے گھری کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔ ہر گھر کی صاف پانی اور سیوریج تک رسائی کو ممکن بنایا جائے گا اور یہ ساری سہولیات بالکل مفت

ہوں گی۔عوام کوسستی ترین ٹرانسپورٹ فراہم کرنے کے لئے پورے ملک میں جدید ریلوے اور سڑکوں کا جال بچھایا جائے گا۔انتہائی سستی بجلی کی پیداوار کے لئے بڑے پیمانے پر ہائیڈل،سولر،ونڈ پاور وغیرہ کے بیشمار منصوبے شروع کئے جائیں گے۔مقامی آبادی کی مرضی ومنشا کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نئے آبی ذخائر کی تعمیر کی جائے گی۔سماج کے ہر فرد کی سستی اور جدید مواصلات تک رسائی کویقینی بنایا جائے گا۔

5۔مظلوم قومیتیں اورحق خودارادیت

قومی جبر کی ہر شکل اورقسم کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔تمام مظلوم قومیتوں کوحق خودارادیت (بشمول ریاست سے علیحدگی) حاصل ہوگا۔ہر خطے کے قدرتی وسائل وہاں کے محنت کش عوام کی اجتماعی ملکیت میں ہوں گےاوران پر پہلا اختیار بھی انہی کا ہوگا۔تمام ثقافتوں اورزبانوں کو پھولنے پھلنے کے بھرپوراوریکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

6۔خواتین اورمذہبی اقلیتیں

مزدور ریاست ایک سیکولر ریاست ہوگی جس میں رنگ،نسل،قومیت،مذہب،زبان،صنف کا معاملات ریاست کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔مذہبی اقلیتوں اورخواتین کیخلاف بنائے گئے تمام رجعتی اورکالے قوانین کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جائے گا۔ہر مذہب اورفرقے کے لوگوں کوان کے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہوگی۔

خواتین کوتعلیم اورروزگارسمیت ہر شعبے میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔خواتین اور مردمحنت کشوں کی تنخواہ اورمراعات برابر ہوں گی۔زچگی کے دوران مکمل اجرت کیساتھ ایک سال کی چھٹی دی جائے گی۔اجتماعی کچن،لانڈری اورریاستی سرپرستی میں بچوں کی اجتماعی نگہداشت کے ذریعے خواتین کوصدیوں پرانی گھریلومشقت سے نجات دلائی جائے گی۔

7۔ ماحولیات

اجتماعی اہمیت کی کسی انتہائی ضرورت کے علاوہ درختوں کے کٹاؤ پر مکمل پابندی ہوگی۔ ایک منصوبہ بند انداز میں شجر کاری مہم چلاتے ہوئے ملک کے کم از کم 50 فیصد رقبے کے برابر جنگلات لگائے جائیں گے۔ تمام دریاؤں اور آبی ذخائر کو آلودگی سے پاک کیا جائے گا۔ تمام صنعتی فضلے کی لازمی ٹریٹمنٹ کی جائے گی اور اسے مناسب انداز میں ٹھکانے لگایا جائے گا۔ گرین انرجی اور پبلک ٹرانسپورٹ کے فروغ کے ذریعے فاسل فیولز کے استعمال کو کم سے کم کیا جائے گا۔

8۔ مزدور ریاست کا انقلابی دفاع

عالمی و علاقائی سامراجی قوتوں سے مزدور ریاست کے دفاع کے لئے محنت کش طبقے کے سب سے لڑاکا اور سیاسی و نظریاتی شعور یافتہ عناصر پر مشتمل ایک مزدور فوج تشکیل دی جائے گی۔ مزدور فوج میں کوئی کمیشن سسٹم نہیں ہو گا اور افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہ و مراعات برابر ہوں گی۔ افسروں کا انتخاب سپاہیوں کی کمیٹیوں کے ذریعے ہوگا۔ یہ مزدور فوج محنت کش عوام سے الگ تھلگ چھاؤنیوں میں نہیں بلکہ عام آبادی کے ساتھ رہے گی اور محنت کش طبقے کے شانہ بشانہ باقاعدگی کیساتھ پیداواری سرگرمیوں میں بھی حصہ لے گی۔ بڑی صنعتوں میں منظّم محنت کشوں پر مشتمل ایک مسلح مزدور ملیشیا تخلیق کی جائے گی جو اپنی ٹریڈ یونین تنظیموں اور فیکٹری کمیٹیوں کے تابع ہوگی۔ محنت کش عوام کی تمام عاقل و بالغ آبادی کو لازمی فوجی تربیت دی جائے گی۔

9۔ مزدور ریاست کی انقلابی خارجہ پالیسی

مزدور ریاست عالمی اور علاقائی سطح پر ہر قسم کی سامراجی، قبضہ گیر اور شاؤنسٹ پالیسیوں کی مخالفت کرے گی۔ ماضی میں سرمایہ دار حکمران طبقے اور ریاستی اشرافیہ کی جانب سے مختلف سامراجی

طاقتوں کیساتھ کئے گئے تمام خفیہ معاہدوں کو منظر عام پر لایا جائے گا۔

مزدور ریاست کی انقلابی خارجہ پالیسی کی بنیاد ''دنیا بھر کے محنت کشو، ایک ہو جاؤ!'' کا نعرہ ہو گا۔ عالمی سوشلسٹ انقلاب کی بڑھوتری اور ایک عالمی سوشلسٹ سماج کا قیام مزدور ریاست کی انقلابی خارجہ پالیسی کا نصب العین ہو گا اور اس مقصد کے لئے مزدور ریاست ہر ممکن ذرائع استعمال کرے گی۔ عالمی انقلاب کی طرف پہلے قدم کے طور پر مزدور ریاست برصغیر کی ایک رضاکارانہ سوشلسٹ فیڈریشن کے قیام کی جدوجہد پر بھرپور توجہ دے گی۔

10۔مزدور ریاست کا نام اور پرچم

مزدور ریاست کا نام ''یونین آف سوویت سوشلسٹ ریپبلکس''، یعنی سوویت یونین ہو گا اور یہ لینن اور ٹراٹسکی کی بالشویک پارٹی کی قیادت میں برپا ہونے والے انقلاب روس 1917ء کا ہی تسلسل ہو گی۔ مزدور ریاست کا پرچم سرخ رنگ کا ہو گا جس میں محنت کشوں اور کسانوں کے اتحاد کی علامت کے طور پر ہتھوڑے اور درانتی کا نشان ہو گا۔

دستاویز نمبر 3

پاکستان میں کمیونسٹ اقتدار میں آنے کی تیاری کیسے کر رہے ہیں؟

1۔ہم انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے قیام کا اعلان کرتے ہیں۔

2۔یہ قدم ہم ایک ایسے وقت میں اٹھا رہے ہیں جب پاکستان کی سرمایہ دارانہ ریاست اور معیشت اپنی تاریخ کے بدترین بحران سے دوچار ہے۔پاکستان کا سرمایہ دار حکمران طبقہ اور ریاستی اشرافیہ اس بحران کا تمام تر بوجھ محنت کش طبقے پر ڈال رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان پر بدترین معاشی، سماجی اور سیاسی حملے کر رہے ہیں۔

3۔اس جبر و استحصال کیخلاف عوامی غم و غصے کا بڑے پیمانے پر اظہار ہونا ناگزیر ہے۔لیکن طاقتور مزدور تنظیموں اور خاص کر محنت کشوں کی ایک وسیع اکثریت کی حمایت رکھنے والی انقلابی پارٹی کے بغیر، جو سرمایہ داری کے خاتمے کا واضح پروگرام رکھتی ہو، یہ سب ویسے ہی ضائع ہو جائے گا جیسے کہ پسٹن باکس کے بغیر بھاپ فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔

4۔اس وقت کوئی بھی سیاسی پارٹی عوام کی امنگوں کی ترجمانی نہیں کر رہی اور رائج الوقت تمام پارٹیاں حکمران طبقے کے مختلف دھڑوں کی نمائندہ ہیں۔سرمایہ داری کی حدود میں رہ کر حل تلاش کرنے والی تمام پارٹیوں کے پروگرام بدترین شکست کھا چکے ہیں اور سماج کی انقلابی تبدیلی کا پروگرام کسی کے پاس موجود نہیں۔

5۔نام نہاد اصلاح پسند، قوم پرست اور فرقہ پرور بایاں بازو محنت کش طبقے کی انقلابی قیادت کا

فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا۔ وہ اصلاح پسندی، قوم پرستی، موقع پرستی، فرقہ پروری، این جی او بازی اور دیگر ایسی غلاظتوں سے لتھڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس پاکستان میں ایک سوشلسٹ انقلاب کے متعلق کوئی تناظر نہیں۔

6۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کی تخلیق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم تمام سیاسی پارٹیوں کے مقابلے میں ایک بالکل جداگانہ انقلابی پہچان بنا سکیں۔ ہمارا مقصد محنت کش طبقے کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کا انقلابی خاتمہ کرنا اور ایک مزدور ریاست اور سوشلسٹ منصوبہ بند معیشت قائم کرنا ہے۔ پاکستان کا سوشلسٹ انقلاب عالمی سوشلسٹ سماج کے قیام کے لیے ہونے والی بین الاقوامی مزدور جدوجہد اور انقلابات کے سلسلے کی ہی ایک کڑی ہوگا۔

7۔ ہمارے دروازے ان تمام محنت کشوں اور نوجوانوں کے لیے ہمیشہ کھلے ہیں جو اب یہ جان رہے ہیں کہ کمیونزم ہی سماج کی تمام تکالیف و مسائل کا حل ہے۔ پارٹی کے ہر ممبر اور برانچ کو فیکٹریوں، تعلیمی اداروں، گلی محلوں میں ان محنت کشوں اور نوجوانوں تک پہنچنا ہوگا اور انہیں پارٹی میں ریکروٹ کرنا ہوگا۔

8۔ ہمارے دروازے ان کے لیے بھی کھلے ہیں جو مخصوص مسائل، جیسے کہ قومی مسئلہ، زرعی سوال، صنفی سوال وغیرہ کے حوالے سے سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں اور انقلابی نتائج اخذ کر رہے ہیں۔ ہر پارٹی ممبر کے پاس یہ مہارت ہونی چاہئے کہ وہ ان مخصوص مسائل کے گرد ہونے والی جدوجہد کو سوشلسٹ انقلاب کی عمومی جدوجہد کیساتھ جوڑتے ہوئے ایسے تمام افراد کو پارٹی میں ریکروٹ کرے۔

9۔ ریکروٹمنٹ کے لیے ہمارا سیاسی اخبار ''کمیونسٹ'' ہر پارٹی ممبر کا سب سے طاقتور اوزار ہے۔ ہمیں انقلابی نوجوانوں اور محنت کشوں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اسے ایک بینر کے طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس اخبار میں وہ تمام اعداد و شمار، دلائل، خبریں، مختلف ملکی و عالمی موضوعات پر ہمارا انقلابی مؤقف اور پورے سیکشن اور انٹرنیشنل میں ہمارے انقلابی کام کی جھلکیاں موجود ہیں جو کسی نئے ممبر کو جیتنے میں ایک انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہر پارٹی ممبر کے

پاس ہر وقت ''کمیونسٹ'' کی کاپیاں ہونی چاہئیں اور ہمیں فیکٹریوں، تعلیمی اداروں، کھیتوں کھلیانوں، غرضیکہ ہر جگہ ان کا بلا جھجک استعمال کرنا چاہیے۔

10۔اگر ہر پارٹی ممبر تیز ترین ریکروٹمنٹ کرے تو ہم بہت جلد ایک بڑی قوت بن سکتے ہیں۔پاکستان میں اس وقت معروضی صورتحال ایسی بڑھوتری کے لیے بالکل سازگار ہے۔ہم اس کانگریس میں عہد کرتے ہیں کہ ہر پارٹی ممبر اگلے 12 ماہ میں کم از کم ایک ریکروٹمنٹ ضرور کرے گا۔ہم 2026ء کی کانگریس تک پارٹی ممبر شپ کو 2000 تک بڑھانے کا ٹارگٹ لیتے ہیں۔ اگر مناسب طریقے سے کام کیا جائے تو یہ کوئی بڑا یا مشکل ٹارگٹ نہیں ہے۔اور پھر دو ہزار ممبر شپ کیساتھ ہم اس پوزیشن میں ہوں گے کہ تیزی کیساتھ پانچ ہزار اور پھر دس ہزار ممبر شپ کی طرف بڑھ سکیں۔یہ سب اگلے چند سال میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

11۔ہر نئے ریکروٹ کو پارٹی ورک کے متعلق بھرپور تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ہماری پارٹی ابھی بہت چھوٹی ہے اور اس میں غیر سنجیدہ لوگوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ہم کوئی یاروں دوستوں کا سرکل، کوئی سپورٹ گروپ یا گپ شپ کلب نہیں ہیں۔ہم متحرک اور جانباز پیشہ ور انقلابیوں پر مشتمل ایک کیڈر پارٹی ہیں۔پارٹی ممبران کو چاہیے کہ وہ نئے ریکروٹ ہونے والے ساتھیوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان پر جلد از جلد پارٹی ورک کی ذمہ داریاں ڈالیں اور ان کی تربیت کریں۔ٹراٹسکی نے ایک بار کہا تھا کہ ''جیسے جیسے انقلابیوں کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں، ان میں مزید نکھار آتا جاتا ہے''۔

12۔ہر برانچ کا یہ ٹارگٹ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے قریبی صنعتی علاقے، تعلیمی ادارے، گلی محلے میں ایک نئی برانچ تعمیر کرے اور نئے ممبران کو پارٹی ورک کی تربیت دیتے ہوئے یہ سب کرنے کے قابل بنائے۔

13۔سرمایہ دار طبقہ ہر وقت سماج پر اپنے عوام دشمن نظریات کی بوچھاڑ کرتا رہتا ہے اور یہ نام نہاد بایاں بازو ان نظریات کو 'ترقی پسندی' کا جھوٹا لبادہ پہناتا ہے۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی عزم کرتی ہے کہ وہ محنت کشوں اور نوجوانوں میں مارکسزم اور کمیونزم کے حقیقی نظریات کی ترویج کے لئے ایک

ناقابل مصالحت جدوجہد کرے گی۔

14۔ہماری پارٹی کی آہنی بنیاد مارکس،اینگلز،لینن اورٹراٹسکی کے نظریات پرقائم ہے۔ہرپارٹی ممبرکا یہ اولین فریضہ ہے کہ وہ ان نظریات (خاص کر لینن کے نظریات اور میتھڈ) پر زیادہ سے زیادہ عبور حاصل کرے،اوران نظریات کے عملی اطلاق میں مہارت حاصل کرے۔یہ تمام پارٹی ممبران کی ذمہ داری ہے کہ وہ نئے ریکروٹ ہونے والے ساتھیوں کی معیاری سیاسی ونظریاتی تعلیم وتربیت کریں تاکہ وہ بہترین انداز میں پارٹی ورک سرانجام دینے کے قابل ہوسکیں۔

15۔کانگریس یہ عزم کرتی ہے کہ نظریاتی رسالے ''سہ ماہی لال سلام'' اور سیاسی اخبار ''کمیونسٹ'' کا پارٹی کی نظریاتی تعلیم وتربیت میں ایک مرکزی کردار ہوگا۔ہم 2026ء کی کانگریس تک ان دونوں کی اشاعت دوگنا کرنے کا ٹارگٹ لیتے ہیں۔

16۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی محض کوئی پراپیگنڈہ سرکل نہیں ہے بلکہ یہ محنت کش طبقے اورنوجوانوں کی وسیع ترپرتوں میں جڑیں رکھنے والی ایک لڑاکا پارٹی ہوگی۔ہرپارٹی ممبرکا فریضہ ہے کہ وہ برانچ میں ہونے والے فیصلہ جات کے مطابق محنت کش عوام کے احتجاجوں،مظاہروں اورمیٹنگز وغیرہ میں اپنی شرکت کویقینی بنائے تاکہ پارٹی پروگرام کی ترویج کی جاسکے۔تمام پارٹی ممبران کی پوری کوشش ہونی چاہئے کہ وہ ان سرگرمیوں کی رپورٹ ''کمیونسٹ'' کوارسال کریں۔

17۔دیوہیکل سماجی دھماکوں اورتحریکوں کا وقت قریب آرہا ہے۔تمام پارٹی ممبران کو ماضی کی روٹین کی نفسیات سے باہرنکلنے کی ضرورت ہے۔کمیونسٹوں کا فریضہ ہے کہ وہ جرات مندانہ ایجی ٹیشن اورصبرکیساتھ ہمارے پروگرام وتناظرکی وضاحت کرتے ہوئے محنت کش طبقے اورنوجوانوں کی ہراول پرتوں کو پارٹی کے لئے جیتیں۔اگرہم ایک منظّم طریقے سے اپنی مقداراورمعیار میں اضافہ کرتے جاتے ہیں تومستقبل میں ہونے والے انقلابی واقعات میں ہم ایک فیصلہ کن عنصر بن کرابھریں گے۔نوع انساں کے شاندار مستقبل کی کنجی ہمارے ہاتھ میں ہے۔

18۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا مقصداورمشن نہایت ہی غیرمعمولی ہے۔ایک مادی قوت کو بڑھوتری کے لیے مادی وسائل چاہئے ہوتے ہیں۔ہم یہاں پارٹی فنڈز کی بات کررہے ہیں۔ہمیں ہنگامی

بنیادوں پر اپنا ماہانہ چندہ بڑھانے کی ضرورت ہے۔تمام کامریڈز کو ہر ماہ کم از کم اپنی ایک دن کی اجرت بطور چندہ دینی چاہیئے۔اس کے علاوہ تمام ممبران کو ایک منظّم انداز میں پارٹی کے سیاسی و نظریاتی ہمدردوں سے فائیٹنگ فنڈ بھی لینا چاہیئے۔پارٹی کے مالی وسائل میں خاطر خواہ اضافہ پارٹی آپریٹس کی تیز ترین تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔

19۔انقلابی جرات اور دلیرانہ رجائیت پسندی انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے ممبران کے بنیادی خصائص ہیں۔ہمیں گزشتہ عہد کی شکست خوردہ نفسیات کو مکمل طور پر تباہ کر دینا ہوگا۔ہم نے ہر صورت میں محنت کش طبقے کی قیادت کرتے ہوئے ایک سوشلسٹ انقلاب برپا کرنا ہے۔یہی ہمارا مقصد و مشن ہے۔

20۔آنے والے سالوں میں ہماری نوزائیدہ پارٹی کو بڑے انقلابی طوفانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔لہٰذا پارٹی کی تیز ترین تعمیر آج ہمارا اولین تاریخی فریضہ ہے اور ہم تاریخ کے اس امتحان پر پورا اترنے کا عہد کرتے ہیں۔

دستاویز نمبر 4

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا دستور

تعارف

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا مقصد محنت کش طبقے کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کرنا اور ایک مزدور ریاست اورسوشلسٹ منصوبہ بند معیشت کا قیام ہے۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی اپنی اس جدوجہد کو عالمی سوشلسٹ سماج کے قیام کے لیے جاری بین الاقوامی انقلابی مزدور جدوجہد کے سلسلے کی ہی ایک کڑی سمجھتی ہے۔انہی تمام مراحل سے گزر کر ہی ہم اپنے حتمی مقصد، یعنی عالمی سطح پر طبقات کے مکمل خاتمے اور کمیونزم کا قیام، تک پہنچ سکتے ہیں جو انسانی سماج کی ایک نئی، ترقی یافتہ اور بلند تر شکل ہوگی۔

انقلابی کمیونسٹ پارٹی کی تمام سرگرمیاں، اس کا طریقہ کار اور داخلی ڈھانچے انہی مقاصد کے تابع ہیں اور ان کے حصول کے لیے تشکیل دیے گئے ہیں۔

یہ دستور صرف ایک عمومی خاکہ ہے۔انقلابی کمیونسٹ پارٹی کی داخلی زندگی کا اصل سرچشمہ اس کے مارکسی نظریات ہیں۔ قیادت کی سیاسی اور اخلاقی اتھارٹی، ٹھوس کیڈر بنیاد، اور ایک سیاسی طور پر شعور یافتہ متحرک ممبرشپ جو خود سے سوچ بچار کرنے کے قابل ہو، جیسے عوامل ہی ایک انقلابی پارٹی کی صحت کی واحد گارنٹی ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک لمبے عرصے میں مشترکہ پارٹی ورک، تعلیم و تربیت اور تجربات کی کٹھالی سے گزر کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔کسی لگے بندھے قاعدے کی بجائے یہ ہماری پارٹی کی اصل بنیاد ہے۔

آرٹیکل نمبر 1۔ نام

پارٹی کا نام انقلابی کمیونسٹ پارٹی (Revolutionary Communist Party) ہوگا جو کہ انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل (Revolutionary Communist International) کا پاکستان سیکشن ہوگی۔

آرٹیکل نمبر 2۔ مقاصد

i۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا مقصد محنت کش طبقے کی قیادت کرتے ہوئے پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کرنا اور ایک مزدور ریاست اور سوشلسٹ منصوبہ بند معیشت کا قیام ہے۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی اپنی اس جدوجہد کو عالمی سوشلسٹ سماج کے قیام کے لیے جاری بین الاقوامی انقلابی مزدور جدوجہد کے سلسلے کی ہی ایک کڑی سمجھتی ہے۔

ii۔ انہی تمام مراحل سے گزر کر ہی ہم اپنے حتمی مقصد، یعنی عالمی سطح پر طبقات کے مکمل خاتمے اور کمیونزم کا قیام، تک پہنچ سکتے ہیں جو انسانی سماج کی ایک نئی، ترقی یافتہ اور بلند تر شکل ہوگی۔

آرٹیکل نمبر 3۔ انٹرنیشنل

i۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی، انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کا پاکستان سیکشن ہے جو عالمی سوشلسٹ انقلاب کی بین الاقوامی پارٹی ہے۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا ممبر ہونے کا مطلب ہے کہ آپ انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کے ممبر ہیں۔

ii۔ انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کے تمام ممبران ایک بین الاقوامی تنظیم کا حصہ ہیں جو کہ ایک مرکزی بین الاقوامی قیادت رکھتی ہے۔ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے تمام بالائی ادارے انٹرنیشنل کے بالائی اداروں یعنی ورلڈ کانگریس اور انٹرنیشنل ایگزیکٹو کمیٹی کے تابع ہیں۔

آرٹیکل نمبر 4۔ ممبر شپ

i۔ ہر کوئی جو انقلابی کمیونسٹ پارٹی کے نظریات، پروگرام اور دستور کے ساتھ متفق ہے، ایک عبوری عرصہ گزارنے کے بعد اس کا باقاعدہ ممبر بن سکتا ہے۔

ii۔ ممبر شپ کے لئے مارکس، اینگلز، لینن اور ٹراٹسکی کے نظریات، کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پہلی چار کانگریسوں اور چوتھی انٹرنیشنل کی تاسیسی کانگریس کے اسباق کا مطالعہ کرنے کی سنجیدہ کمٹمنٹ بھی درکار ہے۔ یہی نظریات پارٹی اور انٹرنیشنل کی بنیاد ہیں اور ہمیں ماضی میں کی گئی کمیونسٹ جدوجہد کے ساتھ ایک ان اٹوٹ دھارے میں جوڑتے ہیں۔

iii۔ پارٹی ورک کے لیے تمام ممبران کو برانچ کے حصے کے طور پر پارٹی کی منتخب قیادت کی ہدایات کے مطابق کام کرنا ہوگا تا کہ پارٹی کے پروگرام و نظریات کی ترویج کی جا سکے اور اسے تعمیر کیا سکے۔ اس سب میں پارٹی کے سیاسی اخبار کا ایک نہایت ہی اہم کردار ہے۔

iv۔ تمام ممبران کے لیے پارٹی کو باقاعدہ چندہ دینا لازمی ہے۔

آرٹیکل نمبر 5۔ پارٹی کے ادارے

i۔ برانچ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا بنیادی ادارہ ہے جو کم از کم تین باقاعدہ ممبران پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی باقاعدگی کیساتھ ہفتہ وار بنیادوں پر آن گراؤنڈ میٹنگ کا ہونا لازمی ہے جس میں سیاست و نظریات پر بحث ہو اور عملی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کی جا سکے۔ اس کی ایک منتخب قیادت ہونی چاہئے جس کا اختیار اور فرض ہے کہ وہ پارٹی کی مرکزی کانگریس میں برانچ کی طرف سے ایک ڈیلیگیٹ بھیجے۔

ii۔ مرکزی کانگریس پارٹی کا سب سے بالا ادارہ ہے۔ اس کا سال میں کم از کم ایک دفعہ انعقاد لازمی ہے۔ کانگریس برانچوں کے بغیر مینڈیٹ کے مندوبین پر مشتمل ہوتی ہے جو برانچز کی ممبر شپ کے تناسب سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔

iii۔کانگریس سلیٹ سسٹم کے ذریعے مرکزی کمیٹی کا انتخاب کرتی ہے جو پارٹی کی اجتماعی قیادت ہوتی ہے۔کانگریسوں کے درمیانی عرصے میں مرکزی کمیٹی پارٹی کی سب سے بالا اتھارٹی ہوتی ہےاوراس کی تین ماہ میں کم ازکم ایک میٹنگ ہونالازمی ہے۔

iv۔مرکزی کمیٹی سلیٹ سسٹم کے ذریعے اجتماعی قیادت کے طور پر ایک مرکزی سیکرٹریٹ کا انتخاب کرتی ہے۔مرکزی سیکرٹریٹ کی میٹنگ ہفتہ وار بنیادوں پرمنعقدہوتی ہےاور یہ مرکزی کمیٹی کی میٹنگز کے درمیانی عرصے میں سب سے بالا اتھارٹی کے طور پر پارٹی کا روزمرہ کا کام دیکھتا ہے۔

v۔مرکزی سیکرٹریٹ مختلف علاقوں میں برانچز اور ممبران کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ریجنز اور ایریاز کی تشکیل کے فیصلے کرسکتی ہے۔

آرٹیکل نمبر 6۔جمہوری حقوق اورڈسپلن

i۔پارٹی ممبران اور پارٹی کے اداروں کے مابین رشتہ جمہوری مرکزیت کے لچکدار راہنما اصول کے ذریعے طے پاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام ممبران کو اپنی رائے کے اظہاراورآزادانہ طور پرووٹ دینے کا حق حاصل ہےلیکن پارٹی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ بحث مباحثے کواس طرح سے ترتیب دے کہ وہ پارٹی کے روزمرہ کام کے راستے میں رکاوٹ
نہ بنے۔پارٹی کے اداروں میں ہونے والے فیصلوں کی تکمیل تمام ممبران پرلازم ہے۔

ii۔پارٹی کے ادارے پارٹی کے مقاصد یا محنت کش طبقے کے مفادات کیخلاف کام کرنے والے کسی بھی ممبر کیخلاف تادیبی کاروائی کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ایسے معاملات میں حقائق کی جانچ پڑتال کے لئے پارٹی کے ادارے ایک منتخب کنٹرول کمیشن کی خدمات بھی حاصل کرسکتے ہیں۔

iii۔پارٹی کا تمام فنانس ریکارڈ جانچ پڑتال کے لیے مرکزی کانگریس کے منتخب کردہ اوراسی کو جواب دہ آڈیٹرز کے حوالے کیا جانا چاہئے۔

دستاویز نمبر 5

تاسیسی کانگریس میں شرکت کیلئے قواعد وضوابط

☆ ایجنڈے کے بارے میں تمام ترامیم و متبادل تجاویز جمہوری مرکزیت کے تقاضوں کے مطابق ریجنل سیکرٹریز کے ذریعے یکم نومبر تک مرکز پہنچ جانی چاہئیں۔

☆ کانگریس میں زیر بحث آنے والی مجوزہ دستاویزات پر تجاویز اور ترامیم 15 نومبر تک ریجنل کمیٹیوں تک پہنچادی جائیں اور ریجنل کمیٹیاں 20 نومبر تک انکی رپورٹ مرکز کو ارسال کر دیں۔ مرکزی سیکرٹریٹ مرکزی کمیٹی کی باہمی مشاورت سے کانگریس میں ان ترامیم پر اپنی رائے دے گا۔

☆ تنظیم کے مسئلہ پر تجاویز پہلے ریجنل کمیٹی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ریجنل کمیٹیوں میں حل نہ ہونے کی صورت میں انکی رپورٹ یکم نومبر تک مرکز کو ارسال کر دی جائے۔ مرکز کانگریس سے پیشتر ہی انفرادی بحث کرنے کے بعد یا متعلقہ کامریڈوں سے میٹنگز کر کے ان کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔

☆ کانگریس میں شرکت کیلئے ہر 5 ممبران پر ایک مندوب منتخب ہوگا۔ اگر برانچوں کے حوالے سے مندوبین منتخب کرنا مقصود ہو تو اسی تعداد پر مبنی برانچیں ایک مندوب منتخب کریں گی۔

☆ کانگریس سے پیشتر ہر ریجن میں ریجنل کانفرنس یا ایریا ایگریگیٹ منعقد ہوں گے۔ جن میں مندوبین کا انتخاب کیا جائے گا اور انکی فہرست کو حتمی شکل دی جائے گی۔

☆ کانگریس میں شرکت کرنے والے مندوبین، ممبران اور مبصرین کے ناموں کی فہرست یکم دسمبر تک مرکز کو ارسال کی جائیں۔

☆ کانگریس کی فیس حسب ذیل ہوگی

لاہور ریجن: 2000 روپے

باقی تمام ریجن: 1500 روپے

☆ ہر ریجن اپنے لیے ایک سکیورٹی انچارج اور ایک رہائش ونقل وحمل انچارج منتخب کرے۔ یہ ساتھی مرکز میں قائم کردہ مختلف انتظامی کمیٹیوں سے معاونت کرکے کانگریس کے ڈسپلن کو یقینی بنائیں گے اور کانگریس کے انعقاد کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔

☆ ریجن اور ایریا سیکرٹری فنانس اپیل کی اہمیت پر تفصیلی بات ریجنل کانگریس میں رکھیں اور کامریڈز کانگریس کیلئے روانہ ہونے سے پہلے ہی فنانس اپیل کے لیے دیا جانے والا فنڈ طے کرکے نقد رقوم ساتھ لے کر آئیں تاکہ نہ صرف فنانس اپیل میں وقت کی بچت ہو سکے بلکہ ادھار سے بھی احتراز کیا جا سکے۔فنانس اپیل کے دوران کئے گئے وعدوں پر پورا نہ اترنا کامریڈوں کی کمٹمنٹ کو مشکوک بناتا ہے جو ہماری تنظیم کیلئے ناقابل قبول ہے۔ جو کامریڈ کسی شدید مجبوری کی وجہ سے کانگریس میں شریک نہیں ہو سکیں گے ان کے لیے کانگریس فیس دینا لازم ہوگا۔

☆ کانگریس کے دوران سیشنز کو چیئر کرنے والے کامریڈز لیڈ آف کے اختتام پر بحث میں حصہ لینے والے ساتھیوں کے نام لیں گے۔ مداخلت کے وقت کا تعین بحث میں حصہ لینے والے ساتھیوں کی تعداد کے مطابق کیا جائے گا۔ مرکزی سیکرٹریٹ کے ساتھیوں کو بحث میں 15 منٹ، مرکزی کمیٹی کے ساتھیوں کو 10 منٹ اور مندوبین کو 7 منٹ ملیں گے۔اس دوران جو ساتھی سوالات کرنا چاہیں وہ سوالات لکھ کر ہال میں متعین سکیورٹی کمیٹی کے ممبران کے ذریعے یہ سوالات کامریڈ چیئر کو بھجوا دیں گے۔کانگریس کے سیشنوں کے دوران ہال میں سگریٹ نوشی،فوٹو گرافی اور موبائل فون کے استعمال کے ساتھ ساتھ ایسی تمام نقل وحرکت ممنوع ہے جن سے کانگریس کی کاروائی میں خلل پیدا ہو۔صرف ریکارڈ کیلئے مرکز کی طرف سے ایک ٹیم فلمبندی اور فوٹو گرافی کرے گی جس کا ریکارڈ مرکز کے پاس محفوظ رہے گا۔

☆ تمام ریجن اور ایریا سیکرٹری کانگریس میں پہنچنے کیلئے استعمال کیے جانے والے ذرائع آمدورفت کی قبل از وقت بکنگ کروالیں تاکہ نہ صرف کانگریس کیلئے بروقت پہنچا جا سکے بلکہ سفر کی

پریشانیوں سے بھی کسی حد تک بچا جا سکے۔اس طرح دیگر تمام شعبوں کے حوالے سے قبل از وقت منصوبہ بندی کرنے سے کام زیادہ منظّم اور فعال ہوگا۔

☆ مرکزی کمیٹی کی سلیٹ ریجنز اور مرکزی کمیٹی سے مشاورت کے ساتھ مرکزی سیکرٹریٹ کی جانب سے کانگریس میں پیش کی جائے گی۔اس سلیٹ میں ترامیم یا متبادل سلیٹ ریجنل کمیٹی کے ذریعے مرکزی سیکرٹریٹ کو بھجوائی جا سکتی ہے۔

☆ کانگریس کیلئے مبصرین کے نام پہلے سے طے کر لیے جائیں اور منظوری کیلئے مرکزی سیکرٹریٹ کو ارسال کر دیئے جائیں۔ان افراد کی کانگریس میں شمولیت کا فیصلہ مرکزی سیکرٹریٹ ریجنل کمیٹی کی مشاورت سے کرے گا۔

☆ کانگریس میں شرکت کیلئے صرف وہی افراد ہال میں داخل ہو سکیں گے۔جن کے نام ریجن سے مرکز کو منظوری کیلئے ارسال کیے گئے ہوں اور مرکز نے انکی منظوری دی ہو۔

☆ تمام کامریڈز 6 دسمبر کی شام تک لاہور پہنچ جائیں۔آمد کے دن، تاریخ اور وقت کے علاوہ ذرائع آمدورفت کی مکمل تفصیل یکم دسمبر تک مرکز کو پہنچ جانی چاہیے تا کہ ساتھیوں کے استقبال اور ٹھہرانے کے انتظامات کو حتمی شکل دی جا سکے اور کانگریس کے لیے آنے والے کامریڈز اور میزبان کامریڈز کے باہمی تعاون سے ایک مثالی کانگریس کا انعقاد ممکن بنایا جا سکے۔

☆ کوئی بھی مسئلہ درپیش آنے کی صورت میں کامریڈز سکیورٹی کمیٹی کے ارکان کو اسکی اطلاع دیں گے اور نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہال کے اندر کاروائی میں خلل واقع نہ ہونے دیں گے۔

☆ تمام ریجن اور ایریا سیکرٹری کانگریس کے قواعد وضوابط برانچوں تک اتاریں تا کہ کانگریس میں آنے والے تمام ممبران، مندوبین اور مبصرین کانگریس میں بھرپور ڈسپلن اور نظم وضبط کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ انتظامی کمیٹیوں سے بھرپور تعاون کریں۔

☆ موجودہ عالمی وملکی حالات کے پس منظر میں تاسیسی کانگریس کی اہمیت تمام ممبران پر واضح ہے۔اس کے علاوہ دوسرے ممالک میں ہمارے ساتھی اور ہمارے دشمن اس کانگریس کو بہت

غور سے دیکھ رہے ہونگے۔ اس کانگریس میں ہونے والی بحثیں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ فلسطین میں ہونے والے اسرائیلی مظالم نے پوری دنیا میں حساس دل رکھنے والوں کو متاثر کیا ہے اور اب یہ کونریزی پورے مشرقِ وسطیٰ میں پھیل رہی ہے۔ اسی طرح عالمی مالیاتی بحران بھی پوری دنیا کے ساتھ ساتھ پاکستان کے محنت کش طبقے کے شعور کو متاثر کر رہا ہے۔ یہاں کی تمام سیاسی پارٹیاں بھی نام نہاد ایکسپوز ہو چکی ہیں اور ان کا بھیانک چہرہ عوام دیکھ چکے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ کا عوام دشمن کردار بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ ایسے میں ایک نئی انقلابی پارٹی کا قیام ملک کی سیاسی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ہے۔ ایک نئے نظریے اور سوچ اور ایک نئی انقلابی پارٹی کی گنجائش جتنی آج ہے شاید پہلے کبھی بھی نہیں تھی۔ ایسے حالات میں اس تاسیسی کانگریس کا انعقاد ایک اہم پیش رفت ہوگا۔

☆اس کانگریس میں اس ملک کے سیاسی مستقبل کے حوالے سے ایک اہم اوزار کی تشکیل کی جائے گی۔ آنے والے عرصے کی عوامی تحریکوں کے حوالے سے تجزیہ اور تناظر تخلیق کیا جائے گا اور پچھلے سال کی تحریکوں کے اسباق پر بحث ہوگی۔ ان تمام مراحل کو طے کرتے ہوئے یہ تاسیسی کانگریس آنے والے انقلابی ریلے کی سمت کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ ان تمام پہلوؤں کے حوالے سے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ انقلابی کمیونسٹ پارٹی کی تاسیسی کانگریس کا کامیاب انعقاد اس ملک میں سوشلسٹ انقلاب کی منزل کی جانب ایک تاریخی قدم ثابت ہوگا۔

ہم ہونگے کامیاب!

منجانب: مرکزی سیکرٹریٹ

تاسیسی کانگریس

انقلابی کمیونسٹ پارٹی

ایجنڈا

ہفتہ 7دسمبر2024ء

پہلا سیشن عالمی تناظر

دوسرا سیشن پاکستان تناظر

کمیشن: خواتین کا کام، اخبار ’کمیونسٹ‘ کی کمپین

اتوار 8دسمبر2024ء

تیسرا سیشن انقلابی کمیونسٹ پارٹی کا منشور اور دستور

سی سی سلیٹ‘ ووٹنگ

چوتھا سیشن انقلابی کمیونسٹ انٹرنیشنل کی رپورٹ